Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس ، مفتی محمد امجد ، حکیم محمد فیضان ، غفار الحق

فی شمارہ............... 25 روپے
سالانہ............... 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس ، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

ادا ریہ	حج کی صحیح ادائیگی	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۰، آیت نمبر ۴۱)	حقیر دنیا کے عوض اللہ کے احکام میں کتر بیونت کرنا	// //	۶
درسِ حدیث	استخارہ کے فضائل واحکام (قسط ۴)	// //	۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ ربیع الاول: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	مولوی طارق محمود	۱۹
تمہید	عبدالواحد قیصرانی	۳۳
صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (قسط ۲)	انیس احمد حنیف	۳۵
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۵)	مفتی محمد امجد حسین	۳۷
صلہ رحمی کے رہنما اصول	مفتی محمد رضوان	۴۱
مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط ۱۱)	ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان	۴۶
طالبِ علم اور طالبِ دنیا کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا	// //	۵۰

علم کے مینار	ہر چہ گیرد علّتی (قسط ۱۶)	مولانا محمد امجد حسین	۵۴
تذکرۂ اولیاء:	تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (بارھویں وآخری قسط)	// //	۵۷
پیارے بچو!	کھانا کس طرح کھانا چاہئے	مفتی ابوریحان	۶۳
بزمِ خواتین	نیم عریاں لباس پہننے کا گناہ	مفتی ابوشعیب	۶۶
آپ کے دینی مسائل کا حل	جرابوں اور موزوں پر مسح کا شرعی حکم	ادارہ	۷۱
کیا آپ جانتے ہیں؟	سوالات وجوابات	ترتیب: مفتی محمد یونس	۹۰
عبرت کدہ	حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۸)	مولوی طارق محمود	۹۲
طب وصحت	قبض (CONSTIPATION)	حکیم محمد فیضان	۹۵
اخبارِ ادارہ	ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	۹۸
اخبارِ عالم	قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	ابرار حسین ستی	۹۹
The Destroying of Sports, Players and Cricket		// //	۱۰۳

اداریہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** مفتی محمد رضوان

حج کی صحیح ادائیگی

اگر ایک طرف ہر سال حجاجِ کرام کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد کا سیلاب ہے، تو دوسری طرف حج کے احکام اور مناسک کی صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ادائیگی کا تصور بھی معدوم ہوتا جا رہا ہے، اسی طرح اگر ایک طرف انتظامی سہولیات اور جدید وسائل کی فراہمی کی وجہ سے حج کے سفر کی آمد ورفت اور قیام وطعام میں بہت سی سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دوسری طرف حج کے احکام ومناسک کی غیر روایتی اور غیر رسمی انداز میں ان کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ادائیگی مشکل بلکہ کئی چیزوں میں ناممکن سی محسوس ہونے لگی ہے، بہرحال جو کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ آج کل حج کرنے والوں کی تعداد عام تو بہت ہو رہی ہے مگر حج کی ادائیگی تام (مکمل اور صحیح) نہیں ہو رہی۔ اور حیرت وتعجب کی بات یہ ہے کہ حج جو کہ اسلام کا آخری اور تکمیلی اور سب سے عظیم رکن ہے، اس کے تام (مکمل اور صحیح) کرنے کی حقیقی کوششوں کی طرف علمی حلقوں کی بھی صحیح توجہ نہیں ہو رہی، البتہ مسائل میں روز بروز اضافہ ہونے کے باعث احکام ومناسکِ حج میں تخفیف اور کتر بیونت کی راہیں تلاش کی جا رہی ہیں، جس کے نتیجے میں یہ کہاوت صادق آرہی ہے کہ ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ہم ذیل میں ایک مختصر خاکہ پیش کر رہے ہیں جس سے ہمارے مؤقف کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے گی۔

(۱) جہالت وناواقفی کی حالت میں حج:...... بیشتر حجاجِ کرام کی تعداد ہر سال ایسی مشاہدہ میں آتی ہے، جس کو حج کے احکام ومناسک کا علم تو در کنار، نماز، روزے کے فرائض کا بھی علم نہیں ہوتا، بلکہ بہت سے لوگوں کو کلمۂ طیبہ بھی صحیح پڑھنا نہیں آتا، اور وہ ایک سے زیادہ مرتبہ حج کر کے واپس تشریف لے آتے ہیں۔

(۲) عورتوں مَردوں کا اختلاط:...... خواتین کے لیے سفر اور حج وعمرہ کے مناسک کی ادائیگی میں حکم یہ ہے کہ وہ محرم کے بغیر سفر نہ کریں اور ہر مرحلہ پر نامحرم اور اجنبی لوگوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں اور نامحرموں سے الگ رہتے ہوئے اپنے مناسک کو ادا کریں۔ لیکن اس وقت یہ ساری پابندیاں صرف خیالی درجہ کی چیزیں معلوم ہو رہی ہیں، قدم قدم پر بدنظری میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ نامحرموں کے ساتھ جسم سے جسم لگنے کی نوبت آتی ہے، جبکہ بعض فقہا کے نزدیک تو اس کی وجہ سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے

Idara Ghufran

(۳) حجرِ اسود کے استلام میں مشکلات:......طواف کے دوران ہر چکر میں ایک مرتبہ حجرِ اسود کا استلام سنت ہے، اوراس میں اصل حکم حجرِ اسود کو براہِ راست منہ سے بوسہ دینے کا ہے، رَش کی وجہ سے اس پرعمل نہ ہوسکے تو کسی چیز کو حجرِ اسود پر لگا کر یا دور سے اشارہ کرنا اس کے قائم مقام قرار دیا جاتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اس کا بدل ہے، اصل براہِ راست بوسہ دینا ہی ہے، رَش اور ہجوم کے باعث اس حکم سے بدل کی طرف تجاوز کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور ہجوم کی وجہ سے متبادل طریقہ پر سنت کے مطابق استلام کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

(۴) طواف کے دوران رَمل میں مشکلات:......طواف کے پہلے تین چکروں میں مرد حضرات کو رَمل کرنا سنت ہے، مگر رَش اور ہجوم کے زمانہ میں طواف کرنے والے حضرات کا جسم باہم ملا رہتا ہے اوران کواس سنت کے ادا کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

(۵) طواف کے عمل میں مشکلات:...... یہ بات تمام حضرات کو معلوم ہے کہ طواف بیت اللہ کے جتنا قریب رہ کر کیا جائے اتنی جلدی یہ عمل پورا ہوجاتا ہے اور جتنا فاصلہ زیادہ ہوا تنا ہی وقت اور محنت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، ہجوم اور رَش کے باعث بیت اللہ کے قریب رہ کر طواف کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے دور سے اور دوسری و تیسری منزل تک پر سے بہت سے لوگوں کو طواف کرنا پڑتا ہے، اور مرض، ومعذور اور بوڑھے لوگوں کو اس میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں۔

(۶) سعی کے دوران مشکلات:...... یہی حال سعی کے عمل میں بھی ہوتا ہے کہ رَش اور ہجوم کے باعث سعی کے عمل کو انجام دینا انتہائی دشوار ہوجاتا ہے۔

(۷) مکہ ومدینہ میں قیام میں مشکلات:...... رَش اور ہجوم کے باعث مکہ ومدینہ میں قیام اتنا مہنگا ہوگیا ہے اور قرب وجوار میں سستی رہائشوں کا ملنا انتہائی دشوار ہوگیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہجوم اور رَش کا زمانہ نہیں ہوتا تو رہائش اچھی اور سستی اور قریب میں حاصل ہوجاتی ہے۔

(۸) حرمین شریفین میں فرض نماز کی ادائیگی میں مشکلات:......رَش اور ہجوم کے وقت حرمین شریفین میں نماز کی ادائیگی بہت مشکل ہوجاتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو حرمین شریفین میں داخلہ اور خارجہ بھی مشکل ہوجاتا ہے اور بعض اوقات یہاں تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ نماز کے فرائض مثلاً رکوع وسجود کی ادائیگی میں بھی دشواری پیش آتی ہے۔

(۹) منیٰ کے قیام میں مشکلات:......آج کل رَش اور ہجوم کے غیر معمولی زیادہ ہوجانے کے باعث بہت سے حاجیوں کو خیمے منیٰ کی حدود سے باہر فراہم کیے جاتے ہیں، جبکہ آٹھ ذی الحجہ کی فجر تک منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا سنت ہے اور تین رات منیٰ میں قیام کرنا سنت ہے، بہت سے لوگوں کی یہ سنت صرف اور صرف رَش اور ہجوم کی وجہ سے رہ جاتی ہے۔

(۱۰) عرفات کے وقوف واحکام میں مشکلات:......عرفات میں بھی رَش کے باعث بہت سے آداب وسنن کی بجا آوری بہت مشکل ہوجاتی ہے، وضوخانوں میں بھی اتنا رَش ہوتا ہے کہ قضائے حاجت اور وضو کا عمل بھی انتہائی دشوار ہوجاتا ہے۔

(۱۱) مزدلفہ کے وقوف میں مشکلات:......مزدلفہ میں دسویں رات کا قیام سنت جبکہ صبح صادق کے بعد وقوف واجب اور صبح صادق سے پہلے مزدلفہ پہنچنے والے کے لیے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھنا واجب ہے؛ رَش اور ہجوم کے باعث ان تمام احکام کی بجا آوری بھی مشکل ہورہی ہے۔

(۱۲) رمی میں مشکلات:...... ہر سال رمی کے دوران رَش اور ہجوم کے باعث متعدد اموات واقع ہوتی ہیں، اور حجاجِ کرام کی بہت بڑی تعداد اس خطرہ کے پیشِ نظر جمرات پر رمی کرنے کے واجب عمل کو چھوڑنے کے جرم میں مبتلا ہوتی ہے۔

(۱۳) قربانی اور دسویں تاریخ کے اعمال کی ترتیب میں مشکلات:......حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے والوں کو دمِ شکر کے طور پر قربانی کرنا واجب ہے، اور دسویں تاریخ میں پہلے ایک جمرہ کو رمی، اس کے بعد مذکورہ قربانی اور پھر بال کٹا یا منڈا کر احرام سے نکلنا اصل مسئلہ کی رُو سے واجب ہے۔

مگر ہجوم کے باعث یہ تمام کام سنن اور واجبات کے ساتھ ادا کرنا مشکل ہوتا ہے اور خلاف ورزی کی نوبت آتی ہے۔غرضیکہ حج کا شاید ہی کوئی رُکن ایسا ہو جسے اس کے صحیح اور مکمل تقاضوں کے مطابق ادا کرنا مشکل نہ ہورہا ہو، لیکن دوسری طرف حجاجِ کرام کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اس مشکل کے حل کے لیے سرِ دست چند تجاویز مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)......موجودہ حالات کے پیشِ نظر نفلی حج کرنے والے حجاجِ کرام کو ترغیب دی جائے کہ نفل حج میں رقم خرچ کرنے کے بجائے اس رقم کو غریبوں پر صدقہ کردیں۔

(۲)......شہرت، فخر، تفاخر اور ریاء کاری جو بہت سے لوگوں کے پیشِ نظر ہوگئی ہے، اس سے اپنے آپ کو بچائیں؛ اور عبادت کی اصل اور حقیقی روح جو کہ اخلاص ہے، اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۳)......حج کے احکام ومناسک کی اہمیت اور ان کا علم حاصل کریں؛ تب حج پر جائیں۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۰، آیت نمبر۴۱)　مفتی محمد رضوان

حقیر دنیا کے عوض اللہ کے احکام میں کتر بیونت کرنا

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّ اِيَّایَ فَاتَّقُوْنِ(۴۱)

ترجمہ: اور ایمان لے آؤ اس کتاب (یعنی قرآن مجید) پر جو میں نے نازل کی ہے، جو تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے، اور مت بنو تم پہلے انکار کرنے والے اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کے۔ اور مت لو میری آیات (یعنی احکام) کے مقابلہ میں حقیر معاوضہ۔ اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو۔

تفسیر وتشریح

قرآن مجید توریت کی تصدیق کرتا ہے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

''اور ایمان لے آؤ اس کتاب (یعنی قرآن مجید) پر جو میں نے نازل کی ہے، جو تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے''

مذکورہ آیت میں بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ قرآن مجید پر ایمان لائیں اور یہ بھی ساتھ ہی فرمایا کہ بنی اسرائیل کے پاس جو کتاب پہلے سے موجود ہے یعنی توریت، قرآن مجید تو اس کی بھی تصدیق کرتا اور اس کو حق اور سچی کتاب بتلاتا ہے، تمہاری اس کتاب کے حق و سچ ہونے کا انکار نہیں کرتا، بشرطیکہ وہ تحریف شدہ نہ ہو؛ لہٰذا تم جس وجہ سے توریت پر ایمان رکھتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، اسی طرح یہ قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے اس پر بھی تمہیں ایمان لانا چاہئے۔

اس کے علاوہ توریت میں نبی آخرالزمان ''حضور ﷺ'' کے مبعوث ہونے کی بھی پیشین گوئی موجود ہے؛ لہٰذا اس وجہ سے بھی تمہیں اس کتاب پر ایمان لانا چاہیے، جو نبی آخرالزمان پر نازل ہوئی، یعنی قرآن مجید

(معارف القرآن ادریسی جلد۱ صفحہ ۱۶۶، بتغیر)

کسی گناہ یا ثواب کا سبب بننا

وَ لَا تَكُونُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ

’’اور مت بنو تم پہلے انکار کرنے والے اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کے‘‘

ہجرت کے بعد پہلا فرقہ یہودیوں کا ہے جو مدینے اور خیبر میں رہتا تھا اور دوسرا فرقہ نصاریٰ (عیسائیوں) کا ہے جو زیادہ تر شام میں رہتا تھا؛ پس اگر یہودی حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کریں گے تو ان کو دیکھا دیکھی نصاریٰ (عیسائی) بھی انکار کریں گے۔ اس لیے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل (یہود)! تم پہلے کافر نہ بنو [۱] (معارف القرآن ادریسی جلد۱ صفحہ ۱۶۶، بتغیر)

کافر ہونا خواہ سب سے پہلے ہو یا بعد میں بہرحال انتہائی ظلم اور جرم ہے، مگر اس آیت میں یہ فرمایا کہ پہلے کافر نہ بنو، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اوّل کفر اختیار کرے گا تو بعد میں اس کو دیکھ کر جو بھی کفر میں مبتلا ہوگا، اس کا وبال جس طرح اس شخص پر پڑے گا، اسی طرح پہلے کافر پر بھی اس کا وبال آئے گا، اور اس طرح یہ پہلا کافر اپنے کفر کے علاوہ بعد کے لوگوں کے کفر کا سبب بن کر اُن سب کے کفر کے وبال کا بھی ذمہ دار ٹھیرے گا، اور اس کا عذاب چند در چند ہو جائے گا۔

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو شخص دنیا میں دوسروں کے لئے کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے تو جتنے آدمی اس کے سبب سے گناہ میں مبتلا ہوں گے ان سب کا گناہ ان لوگوں کو بھی ہوا اور اس شخص کو بھی، اسی طرح جو شخص دوسروں کے لئے کسی نیکی کا سبب بن جائے تو جتنے آدمی اس کے سبب سے نیک عمل کریں گے، اس کا ثواب جیسا ان لوگوں کو ملے گا ایسا ہی اس شخص کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا، قرآن مجید کی کئی آیات اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث میں یہ مضمون بار بار آیا ہے (معارف القرآن عثمانی جلد۱ صفحہ ۲۰۷، بتغیر)

اللہ تعالیٰ کی آیات کی خرید و فروخت کی ممانعت

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّ اِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ

’’اور مت لو میری آیات (یعنی احکام) کے مقابلہ میں حقیر معاوضہ۔ اور خاص مجھ ہی سے

---

[۱] مشرکینِ مکہ اگرچہ اہلِ کتاب سے پہلے انکار کر چکے تھے مگر وہ انکار جہالت اور نادانی پر مبنی تھا، دیدہ و دانستہ حق کو چھپانا نہیں تھا مگر اہلِ کتاب کا انکار جانتے بوجھتے اور حق سے باخبر ہوتے ہوئے تھا اس لیے اُن کو ہی مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ تم پہلے انکار کرنے والے نہ بنو (معارف القرآن ادریسی جلد۱ صفحہ ۱۶۷، بتغیر)

پورے طور پر ڈرو''

مطلب یہ ہے کہ میرے احکام چھوڑ کر یا اُن کو بدل کر یا چُھپا کر عوام سے ذلیل وقلیل دنیا کو وصول مت کرو؛ آخرت کے نقصان کو دنیا کے نقصان سے بڑھ کر سمجھو اور کثیر وباقی کے مقابلے میں قلیل وفانی کو ہرگز ترجیح نہ دو اور خاص مجھ ہی سے ڈرو؛ عوام سے مرعوب ہو کر حق سے اعراض نہ کرو (جیسا کہ یہود کی عادت تھی اور اُس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے) آخرت اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں اس دنیا کا سارا ساز وسامان بھی قلیل اور ذلیل ہے؛ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ''مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیْلٌ '' (بیان القرآن ومعارف القرآن ادریسی جلد ا صفحہ ۱۶۷، بتغیر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہ ہی ہے جو آیت کے پورے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے، کہ لوگوں کی مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر لوگوں سے پیسے لئے جائیں، یہ فعل پوری امت کے نزدیک حرام ہے (معارف القرآن عثمانی جلد ا صفحہ ۲۰۷، بتغیر)

تعلیمِ قرآن اور طاعات پر اجرت لینے کا حکم

رہا یہ معاملہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات صحیح صحیح بتلا کر یا پڑھا کر اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟ اس کا تعلق آیت مذکورہ آیت سے نہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم وتعلُّم اور درس وتدریس کے معاوضے میں اُجرت اور تنخواہ لینا نیز مؤذن، امام وخطیب اور قاضی کے لیے اُجرت وتنخواہ لینا جائز ہے؛ اور دراصل یہ کوئی ان عبادات کا حقیقی معاوضہ نہیں بلکہ خدّامِ دین کے اوقات ان خدمات میں صرف کرنے کا معاوضہ ہے؛ خلفائے راشدین نے بھی اپنے دور میں ان حضرات کو تنخواہیں اور وظیفے دیے ہیں۔ [1]

اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو یقیناً خلفائے راشدین کبھی بھی اس کو نہ کرتے کیونکہ خلفائے راشدین کا عمل مشہور حدیث کی رُو سے اُمَّت کے لیے راہِ ہدایت ہے (ملاحظہ ہو: ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۲۷۹، ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۲، ابنِ ماجۃ جلد ا صفحہ ۵ وغیرہ ''باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين'')

اور جب اسلامی بیتُ المال سے یہ ضروریات پوری نہ کی جائیں یا کہیں اسلامی بیتُ المال نہ ہو تو ایسی

---

[1] ان عمربن الخطاب وعثمان بن عفان کانا یرزقان المؤذنين والائمة والمعلمين (سيرة العمرين لابن الجوزی صفحه ۱۶۵)

صورت میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خود یہ بوجھ اُٹھائیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راہِ سنت صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ سے جو قرآن مجید کی تعلیم پر اُجرت لینے کا مکروہ اور ممنوع ہونا بیان کیا جاتا ہے، اُس کی اہلِ علم حضرات نے مندرجہ ذیل وجوہات بیان فرمائی ہیں:

(۱)......انہوں نے تقوٰے اور تورّع کی بنیاد پر اس سے منع فرمایا۔

(۲)......انہوں نے مالدار اور غنی لوگوں کے لیے اس سے منع فرمایا۔

(۳)......انہوں نے اُس صورت میں منع فرمایا جبکہ اس سے دنیا کمانے اور بٹورنے کا ذریعہ بنالیا جائے یا تنخواہ کو اس کا حقیقی معاوضہ سمجھ لیا جائے اور ثواب پیشِ نظر نہ رہے۔

(۴)......خیرالقرون کے دور میں دین کی خدمت کرنے والوں کو بیتُ المال سے تنخواہیں اور وظیفے ملتے تھے؛ اس لیے الگ سے اُن کو اُجرت لینے سے منع فرمایا (راہِ سنت صفحہ ۲۵۸، بتغیر)

یاد رہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے پر اجرت ومعاوضہ لینا باتفاق جائز نہیں اور اس پر امت کا اتفاق ہے؛ کیونکہ قرآن مجید کی قرأت وتلاوت کا معاملہ قرآن مجید کی تعلیم وتعلّم سے الگ ہے [۱]

---

[۱] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

تعلیمِ قرآن پر اجرت ومعاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں، فقہاء امت کا اس میں اختلاف ہے، امام مالک، شافع، احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ جائز قرار دیتے ہیں، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے ائمہ منع فرماتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ذریعہ کسبِ معاش کا بنانے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن متاخرین حنفیہ نے بھی جب ان حالات کا مشاہدہ کیا، کہ قرآن مجید کے معلمین کو اسلامی بیت المال سے گزارہ ملا کرتا تھا، اب ہر جگہ اسلامی نظام میں فتور کے سبب ان معلمین کو عموماً کچھ نہیں ملتا، یہ اگر اپنے معاش کے لئے کسی محنت مزدوری یا تجارت وغیرہ میں لگ جائیں تو بچوں کو تعلیمِ قرآن کا سلسلہ یکسر بند ہوجائے گا، کیونکہ وہ دن بھر کا مشغلہ چاہتا ہے، اس لئے تعلیم قرآن پر تنخواہ لینے کی بضرورت جائز قرار دیا، جیسا کہ صاحبِ ہدایہ کے بعد آنے والے دوسرے فقہاء نے بعض ایسے ہی دوسرے وظائف جن پر تعلیمِ قرآن کی طرح دین کی بقاء موقوف ہے، مثلاً امامت واذان اور تعلیمِ حدیث وغیرہ کو تعلیمِ قرآن کے ساتھ ملحق کرکے ان کی بھی اجازت دی (درمختار، شامی) علامہ شامی رحمہ اللہ نے درمختار کی شرح میں اور اپنے رسالہ شفاء العلیل میں بڑی تفصیل اور قوی دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کردی ہے کہ تعلیمِ قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کو جن متأخرین فقہاء نے جائز قرار دیا ہے اس کی علّت ایک ایسی دینی ضرورت ہے جس میں خلل آنے سے دین کا پورا نظام مختل ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو ایسی ہی ضرورت کے مواقع میں محدود رکھنا ضروری ہے، اس لئے مُردوں کو ایصالِ ثواب کیلئے ختمِ قرآن کرانا یا کوئی دوسرا وظیفہ پڑھوانا اجرت کے ساتھ حرام ہے، کیونکہ اس پر کسی عام دینی ضرورت کا مدار نہیں، اور اجرت لیکر پڑھنا حرام ہوا تو اس طرح پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گناہگار ہوئے، اور جب پڑھنے والے ہی کو کوئی ثواب نہ ملا تو میّت کو وہ کیا پہنچائے گا، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس بات پر فقہاء کی بہت سی تصریحات تاج الشریعہ، عینی شرح ہدایہ، حاشیہ خیرالدین بر بحرالرائق وغیرہ سے نقل کی ہیں۔ اور خیرالدین رملی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے قبر پر قرآن پڑھوانا یا اجرت دے کر ختم قرآن کرانا صحابہ وتابعین اور اسلاف امت سے کہیں منقول نہیں، اس لئے بدعت ہے (شامی، ص۴۷، ج۱) (معارف القرآن عثمانی جلد۱ صفحہ ۲۰۸)

Idara Ghufran

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

استخارہ کے فضائل واحکام (قسط۴)

استخارے میں کسی چیز کی طرف دل کے رُجحان اور مائل ہونے کی حیثیت

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد جس چیز کی طرف دل مائل ہو اور جس بات کی طرف دل کا رجحان ہو، وہی استخارہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے، اور استخارے کے بعد اسی کام کو کرنا ضروری ہوتا ہے اور اگر اس کو نہ کیا جائے تو گناہ یا کم از کم استخارہ کی خلاف ورزی کہلاتا ہے، اسی وجہ سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر استخارہ کرنے کے بعد تردُّد اور تذبذب ختم نہ ہو اور دل کا کسی ایک بات کی طرف میلان اور رجحان نہ ہو تو وہ استخارہ بے کار یا ناکام ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ خود سے استخارہ نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا استخارہ کامیاب اور بامراد نہیں ہوتا، کیونکہ ہمارے دل کا کسی چیز کی طرف میلان اور رجحان نہیں ہوتا، اس لئے یہ لوگ دوسروں سے استخارہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں، یا پھر استخارہ کے ایسے طریقے ڈھونڈتے اور اختیار کرتے ہیں جن میں کسی عنوان سے کام کے اچھا یا بُرا ہونے کا فیصلہ آسان ہوتا ہے مثلاً کوئی خاص دعا پڑھ کر دائیں یا بائیں طرف کو رخ ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ استخارہ میں کسی چیز کی طرف دل کا مائل ہونا ضروری نہیں، اور اس قسم کی غلط فہمی دراصل اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ استخارہ کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے غیب کی بات اور چھپا ہوا راز انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ استخارہ ایک دعا ہے جس میں خیر کو اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے اور شر سے پناہ مانگی جاتی ہے مختصراً یہ کہ استخارہ ''خیر کی دعا کرنے اور خیر کو طلب کرنے کا نام ہے'' نہ کہ غیب کی خبریں معلوم کرنے کا۔

بہرحال استخارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق خیر چاہنا ہے، اور جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد اور شبہ ہو رہا ہے اور خلجان کی وجہ سے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے اور یہ کھٹک لگی

ہوئی ہے کہ معلوم نہیں اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں میرے لئے خیر ہوگی یا نہیں، اس تذبذب اور پریشانی کے عالم میں استخارہ کے ذریعہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے خیر کو مقدر اور تجویز فرما دیں اور شر سے اس کو بچا لیں۔

اور بعض اوقات واقعتاً ایسا ہو جاتا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد کسی ایک طرف دل کا میلان اور رجحان ہو جاتا ہے اور اگر ایک مرتبہ میں نہ ہو تو بعض اہلِ علم حضرات نے ایک سے زیادہ مرتبہ سے لے کر سات مرتبہ تک استخارہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ استخارہ کی برکت سے سات مرتبہ تک کسی نہ کسی وقت اس کا تردد، کشمکش اور خلجان دور ہو ہی جاتا ہے، لیکن یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اگر استخارہ کرنے کے بعد یہ کشمکش تردد اور خلجان دور نہ ہو تو بھی استخارہ کو فضول اور ناکام ہرگز بھی نہیں سمجھنا چاہئے۔

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ استخارہ کے بعد اگر خلجان اور تردد، دور نہ ہو تو بھی اختیار ہے کہ جس کام کو مناسب سمجھے اختیار کرے اور اگر بالفرض تردد دور ہو گیا تھا اور کسی ایک طرف میلان ہو گیا تھا تب بھی اس کے مطابق عمل کرنا ضروری نہیں؛ اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق کے مطابق بہتر اور افضل ضرور ہے، اگر اس کے خلاف عمل کر لیا تب بھی کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی نقصان ہے۔ اور بعض اہلِ عمل حضرات نے دل کے رجحان پر عمل کرنے کا جو حکم بیان فرمایا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے۔

اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا اور ذہن نشین کر لینا چاہئے، کیونکہ اس کی پوری حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

اور کیونکہ عوام الناس بلکہ بعض اہلِ علم کے لئے بھی استخارہ سے متعلق یہ تحقیق اجنبی یا اچنبھی ہو سکتی ہے۔ اسلئے ذیل میں اکابرین علماء کے حوالہ جات سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱)......علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> **واختلف فیماذایفعل المستخیر بعدالاستخارة ،فقال ابن عبدالسلام یفعل مااتفق ، ویستدل لہٗ بقولہ فی بعض طرق حدیث ابن مسعود فی آخرہ "ثم یعزم" واول الحدیث "اذااراداحدکم امراًفلیقل" وقال النووی فی الاذکار یفعل بعدالاستخارة ماینشرح بہ صدرہٗ ویستدل لہٗ بحدیث انس عندابن السنی "اذاھممت بامرفاستخرربک سبعاًثم انظرالی الذی یسبق فی قلبک فان الخیرفیہ" وھٰذالوثبت لکان ھوالمعتمدلکن سندہٗ واہٍ جداًوالمعتمدانہٗ لایفعل**

ماینشرح به صدرهٗ ممالهٗ فيه هوى قوى قبل الاستخارة والىٰ ذالک الاشارة بقوله فى آخر حديث ابى سعيد"ولاحول ولاقوة الابالله " (فتح البارى جلد ۲ صفحہ۲۲۳ ،باب الدعاء عندصلاة الاستخارة)

ترجمہ: اوراس بارے میں اختلاف ہے کہ استخارہ کرنے والا استخارہ کے بعد کیا کرے،ابنِ عبدالسلام نے فرمایا کہ جس بات کا اتفاق ہووہ کرلےاورانہوں نے اپنی اس بات کی جودلیل اختیار کی ہے،وہ حضرت ابنِ مسعودکی حدیث کی بعض سندوں میں مذکورالفاظ ہیں جس کے آخرمیں ہے''پھرجب پختہ ارادہ کرے''اوراس حدیث کے شروع میں ہے کہ''جب تم میں سے کوئی کسی کام کاارادہ کرےتویوں کہے''اورامام نووی رحمہ اللہ الاذکارمیں فرماتے ہیں کہ استخارہ کے بعدجس چیزپرشرح صدرہووہ کام کرے اورانہوں نے حضرت انس کی اس حدیث سےاستدلال کیاہے جوابنِ سنی میں مذکورہے کہ''جب تم کسی کام کاارادہ کروتواپنے رب سےسات مرتبہ استخارہ کرلو،پھراپنے دل کی طرف غورکروکہ اس میں کیابات آتی ہے، اسی میں خیرہوگی''اوریہ حدیث اگرثابت ہوتواس پراعتمادکیاجاسکتاہے،لیکن اس کی سندبہت زیادہ ناقابلِ اعتباراورکمزورہے،اورقابلِ اعتمادبات یہ ہے کہ استخارہ سے پہلے اگرکسی چیزکی طرف نفسانی خواہش کازیادہ میلان ہواوراس کی وجہ سےشرح صدرہواہو،تواس کام کونہیں کرے گا،اوراسی کی طرف ابوسعیدکی حدیث کے آخرمیں ان الفاظ سےاشارہ ہے''ولاحول ولاقوۃالاباللہ''(ترجمہ ختم)

(۲)......علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فينبغى ان يرجع المستخيرالىٰ ماينشرح اليه صدرهٗ بعدالاستخارة (المدخل جلد۴صفحہ۴۳،فصل المشاورة)

ترجمہ: پس مناسب یہ ہے کہ استخارہ کرنے والا استخارہ کرچکنے کے بعداس چیزکودیکھےجس کی طرف اس کاشرح صدرہو(ترجمہ ختم)

(۳)......طحطاوی علی المراقی میں ہے:

(مضىٰ لماينشرح لهٗ صدره)اى قلبه وهويفيدانهٗ يحصل بعدالاستخارة احدالامرين لامحالة والمراد انهٗ ينشرح لهٗ صدره انشراحاًخالياًعن هوى النفس

(حاشية الطحطاوی علی المراقی ،جلد ۱ ،فصل فی تحیة المسجد)

ترجمہ: استخارہ کے بعد جس چیز کی طرف دل کا رجحان ہو،اورشرح صدر ہو،اس کو اختیار کرے،اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ استخارہ کے بعد بہرحال کوئی جہت ظاہر ہوجاتی ہے اورشرح صدر سے وہ شرح صدر مراد ہے جونفسانی وشہوانی تقاضے سے خالی ہو (ترجمہ ختم)

(۴)......ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ویمضی بعدالاستخارةلماینشرح له صدرهٗ خالیاًعن هوی النفس فان لم ینشرح لشیئ فالذی یظهرانهٗ یکررالصلاة حتی یظهرله الخیر (مرقاة المفاتیح جلد۳صفحه۴۰۶)

ترجمہ: اوراستخارے کے بعداس کام کو اختیار کرے جس پر شرح صدر ہو،بشرطیکہ وہ نفسانی خواہش سے خالی ہواوراگرکسی چیز پرشرح صدرنہ ہوتوایسی صورت میں ظاہر یہ ہے کہ وہ باربار استخارہ کرے؛ یہاں تک کہ اس کے لیے خیر ظاہر ہوجائے (ترجمہ ختم)

(۵)......امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال العلماء وینبغی له ان یفرغ قلبه من جمیع الخواطرحتی لایکون مائلا الیٰ امرمن الاموررفعندذالک مایسبق الیٰ قلبه یعمل علیه فان الخیرفیه ان شاء الله

(الجامع لاحکام القرآن جلد۱۳ صفحه۳۰۷)

ترجمہ: علماء نے فرمایا کہ استخارہ کرنے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے دل کو ہرقسم کی سوچوں سے فارغ کرلے، یہاں تک کہ کسی چیز کی طرف اس کا میلان نہ رہے؛ پس اس وقت (استخارہ کے بعد) جو چیز دل میں آئے ،اُس پر عمل کرے؛ انشاء اللہ اسی میں خیر ہوگی (ترجمہ ختم)

فائدہ: نمبر۱، سے نمبر۵ تک کی عبارات میں دل کے میلان پر عمل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا بہتر ہے، نہ کہ ضروری ہے؛ نیز اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جوبات دل میں ڈالتے ہیں ،اس کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں، نہ یہ کہ اس پر عمل کرنالازم ہوجاتا ہے،جیسا کہ اگلی عبارات میں خصوصاً عبارات نمبر۱۳،اور۱۴ میں ذکر آتا ہے۔

(۶)......ایک مقام پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’استخارہ کی حقیقت طلبِ خیر ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے، جس سے مقصود صرف طلبِ اعانت علی الخیر ہے، یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں، اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے،

پس جب استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے میرے قلب (دل) کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے، پھر جس کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے، اور اسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح (اور فوائد) کی بناء پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے، کیونکہ پہلی صورت میں الہام کا حجتِ شرعیہ ہونا لازم آتا ہے، اور لازم (یعنی الہام کا شرعی حجت ہونا) صحیح نہیں، لہٰذا ملزوم (یعنی جس بات کی طرف دل کا رجحان زیادہ ہو اس پر ہی عمل کا ضروری ہونا) بھی صحیح نہیں، پس حاصل (اور خلاصہ) یہ کہ استخارہ سے مقصود محض طلبِ خیر ہے نہ کہ استخبار (یعنی نہ کہ کسی چھپی ہوئی خبر کا معلوم کرنا)‘‘ (انفاس عیسیٰ حصہ دوم ص ۶۴۹)

(۷)......اور الافاضات الیومیۃ میں ہے:

یہ خبر عام طور پر مشہور ہے کہ استخارہ سے مقصود استخبار (یعنی کسی چھپی ہوئی اور غیب کی خبر کا معلوم کرنا) ہے یہ صحیح نہیں، یعنی استخارہ کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کو جو کسی کام میں تردُّد (اور تذبذب) ہو رہا ہے کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا نہیں؟ استخارہ کرنے سے یہ تردُّد رفع (اور دور) ہو جائے گا اور ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا شر، پھر جو خیر ہوگا اس کو اختیار کریں گے۔

چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے (اور دیکھتے) ہیں کہ بعض اوقات استخارہ کے بعد بھی وہ تردُّد رفع (اور دور) نہیں ہوتا، اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات مفید ہے؟ تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ استخارہ موضوع ہوا تھا واسطے رفعِ تردُّد کے (یعنی استخارہ تردد اور تذبذب ختم کرنے کے لئے مقرر اور طے کیا گیا تھا) اور تردُّد رفع (یعنی تذبذب ختم) ہوا نہیں، تو نعوذ باللہ شارع (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کبھی ایسی بات کا حکم نہیں ہو سکتا جو عبث (اور فضول) ہو، تو معلوم ہوا کہ استخارہ کا یہ مقصود نہیں کہ کوئی (چھپی ہوئی اور خفیہ یا آئندہ کی) بات

اس کے ذریعہ سے معلوم کر لی جاوے، جس سے تردُّد رفع (یعنی تذبذب ختم) ہو، اوراس کام کی دونوں شقوں میں ایک شق کی ترجیح ضرور قلب (دل) میں آجائے، پھراسی راجح جانب پر عمل کیا جاوے۔ بلکہ استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلبِ اعانت علی الخیر (اللہ تعالیٰ سے خیر کے کام میں مدد حاصل کرنا) ہے یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہواور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔

پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب (دل) کا زیادہ رجحان (ومیلان) کس بات کی طرف ہے، پھر جس بات کی طرف رجحان (ومیلان) ہو، اس پر عمل کرے اوراسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح (اورفوائد) کی بناء پر جس بات میں ترجیح (اورفائدہ) دیکھے، اسی پر عمل کرے اوراسی کے اندر خیر سمجھے............ اصولِ شرعیہ میں ایک اصل (یعنی قاعدے) سے اس کی تائید (اور مضبوطی) بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ الہام حجتِ شرعیہ نہیں، تو اگر استخارہ کا حاصل (اور مقصد) یہ سمجھا جاوے، جو مشہور ہے کہ اس کے ذریعہ سے قلب (دل) میں ایسی بات کا منجانب اللہ القاء ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بات دل میں ڈالی جاتی ہے) کہ جس کے اندر خیر ہوتی ہے، لہٰذا اس القاء (دل میں ڈالی ہوئی چیز) پر ہی عمل کرنا چاہئے (کسی دوسری چیز پر عمل نہیں کرنا چاہئے) تو چونکہ وہ القاء (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی ہوئی بات) الہام ہے اوراسی پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تو گویا الہام کا حجتِ شرعیہ ہونا لازم آتا ہے (یعنی الہام کا شریعت کی طرف سے مستقل دلیل ہونا لازم آتا ہے) اور (یہ) لازم (آنا) صحیح نہیں، لہٰذا ملزوم (یعنی استخارہ میں دل میں ڈالی ہوئی بات پر عمل کا ضروری ہونا) بھی صحیح نہیں (الافاضات الیومیہ ملقب بہ القول الجلیل حصہ چہارم ج۱۰ص ۲۱۳یاص۲۱۴)

الغرض یہی صحیح ہے کہ استخارہ کا حاصل محض طلبِ خیر (یعنی خیر کا طلب کرنا) ہے، نہ کہ استخبار (یعنی کوئی خبر معلوم کرنا نہیں ہے) (ایضاً ص ۲۱۵)

(۸)......حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر مفصل ومدلل بحث کے بعد اس سلسلہ میں

جو فیصلہ قولِ فیصل کی صورت میں بیان فرمایا ہے وہ درجِ ذیل ہے:

''پس اَقْرَب الی الاَدَب و اجمع للدلائل (یعنی ادب کا تقاضا اور تمام دلائل کو جمع کرنے کی صورت) یہ ہے کہ استخارہ کے بعد اگر کسی شق کا رجحان قلب (دل) میں آ جاوے تو اس پر عمل کرے اور اگر کسی کا رجحان نہ ہو تو جس شق پر چاہے عمل کرے، اس تفصیل سے دونوں قولوں پر اور بواسطہ دونوں قولوں کے سب دلائل پر بھی عمل ہو جاوے گا'' (بوادر النوادر ص ۴۶۷)

(۹)......مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی صاحب اور علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہما اللہ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ اگر استخارہ کرنے کے بعد دونوں جانب خیال کی حالت یکساں رہے تو کیا کرنا چاہئے؟ اس کے جواب میں مذکورہ دونوں حضرات نے فتوے میں تحریر فرمایا!

''دونوں میں خیر ہے، جس پر چاہے عمل کرے، بشرطیکہ دونوں شقیں جائز ہوں کیونکہ استخارہ اسی وقت مشروع (اور ثابت) ہے جبکہ دونوں صورتیں جائز ہوں''

کتبہ، عبدالعبد الکریم عفی عنہ، الجواب صحیح ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۵ رمضان ۴۸ھ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۱۶)

(۱۰)......حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک جانب رجحان ہونے کے بعد اس پر عمل کرنا بہتر ہے، لیکن اگر دوسری مرجوح شق (یعنی جس شق کی طرف رجحان نہیں ہے) پر بھی عمل کر لیا جاوے تو جائز ہے (حاشیہ امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۱۶)

(۱۱)......حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ انتخاب بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

''مشہور یہ ہے کہ استخارہ میں جس جانب دل مائل ہو، اُسی طرف خیر ہوتی ہے، اُسی کو اختیار کرنا چاہیے۔ مگر حدیث میں اُس کا کچھ ذکر نہیں، اس لیے استخارہ کے بعد جس شِق کو بھی اختیار کرے گا، اُس میں خیر ہوگی خواہ وہی جانب ہو جس کی طرف دل زیادہ مائل تھا یا دوسری جانب ہو۔ غرض استخارہ کے بعد جس جانب پر عمل کی توفیق ہوگی اسی میں خیر ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ اگر استخارے کے بعد کسی جانب دل زیادہ مائل ہوا کہ استخارے سے پہلے اس طرف زیادہ میلان نہ تھا تو بظاہر یہ علامت اس کی ہے کہ اسی جانب کو اختیار کرنا بہتر ہے، مگر وجوب اور لزوم (یعنی اس جانب کو اختیار کرنے کے لازم اور ضروری ہونے) کی علامت نہیں، اس لیے اُس کے خلاف کو بھی اختیار کرنا جائز ہے؛ کچھ گناہ یا ضَرَر (نقصان) کا اندیشہ نہیں، بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ استخارے کے بعد جس جانب دل زیادہ مائل ہو، اس

کے خلاف کرنا جائز نہیں یا اس میں ضرر (نقصان) ہوگا؛ غلط ہے۔اسی طرح جب تک دل کسی ایک طرف مائل نہ ہو، استخارے کو بے کار سمجھتے ہیں؛ یہ بھی صحیح نہیں۔استخارہ کرکے جس شِق کو دل چاہے ،اختیار کرلے ؛اس میں ضرر نہ ہوگا‘‘ (انتخاب بخاری جلد دوم،صفحہ ۲۴۱؛مطبوعہ:ادارۂ اسلامیات، لاہور۔تاریخ طباعت:۱۹۸۱ء)

(۱۲)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

استخارہ سنت ہے، اس کی دعا مشہور ہے، اس کے پڑھ لینے سے سات روز کے اندر اندر (عموماً) قلب (دل) میں ایک رجحان پیدا ہوجاتا ہے، اور یہ خواب میں کچھ نظر آنا یا یہ قلبی (ودلی) رجحان حجتِ شرعیہ نہیں ہیں کہ ضرور ایسا کرنا ہی پڑے گا (مجالسِ مفتی اعظم ص ۱۵۸)

(۱۳)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’حدیثِ صحاح میں صرف دو رکعت نفل کے بعد دعا کا حکم ہے، البتہ روایتِ ابن السنی میں اعتبار وارد قلبی (یعنی دل میں جو بات آئے اس کا معتبر ہونا) بھی مذکور ہے۔ باقی تفصیلات (یعنی عشاء کی نماز کے بعد استخارہ کرنا، استخارہ کے بعد سونا، بستر کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا وغیرہ) علماء کی بیان فرمودہ ہیں، ان کی رعایت ضروری نہیں، دعا عربی میں ہی ہونا چاہئے، کسی کو دشوار ہو تو اپنی زبان میں کرلے۔حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی تحقیق صحیح ہے، کہ وارِدِ قلبی (یعنی دل میں آئی ہوئی بات) پر عمل کرنا ضروری نہیں، بلکہ اسباب وموانع پر نظر رکھے، وارِدِ قلبی (یعنی دل میں آئی ہوئی بات) سے متعلق روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا اعتبار بدرجہ سبب ہوگا، نہ کہ بدرجہ لزوم (یعنی مطلب یہ ہوگا کہ دل میں آئی ہوئی بات کے اسباب اللہ تعالیٰ پیدا فرمادیتے ہیں۔ یہ مطلب نہ ہوگا کہ اس پر عمل کرنا ضروری اور لازم ہوجاتا ہے)‘‘ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۹، باب الوتر والنوافل)

(۱۴)......ایک مقام پر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

استشارہ واستخارہ دونوں مامور بہ ہیں (یعنی مشورہ اور استخارہ دونوں کا شریعت میں حکم ہے) مگر اول کا امر زیادہ مؤکد ہے (یعنی مشورہ کے حکم کی شریعت میں استخارہ سے زیادہ تاکید آئی ہے) معہذا (یعنی اس کے باوجود) دونوں میں سے کسی کے ثمرہ (اور نتیجہ) پر عمل کرنا ضروری نہیں، نیز استخارہ کے بعد جو شق قلب (یعنی دل) میں راجح معلوم ہو، اس کا نافع (یعنی فائدہ مند) ہونا ضروری نہیں، بلکہ استخارہ کا حاصل (اور مقصد) صرف اتنا ہے جتنا دعاءِ ماثورہ (یعنی استخارہ کی مسنون دعا) سے مفہوم

(ومعلوم) ہے، یعنی جو شق مفید ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمادیں گے، اور دوسری شق کے اسباب کو سوخت (اور ختم) فرما کر موانع (ورکاوٹیں) پیدا فرمادیں گے۔ بس یہی یقین رکھتے ہوئے استخارہ کرنا چاہئے۔ اگر استخارہ کے بعد بھی دونوں جانب اسباب موجود رہے تو بھی استشارہ (یعنی مشورہ کرنے) کے بعد جو کچھ بھی کرے گا اس میں خیر ہوگی۔ اس تشریح کے بعد معلوم ہوگیا کہ استشارہ (یعنی مشورہ) اور استخارہ میں تعارض (ٹکراؤ) نہیں ہوسکتا، کیونکہ وارِدِ قلبی (دل میں آئی ہوئی بات) کے خلاف اگر استشارہ (مشورہ) کے مطابق عمل کرلیا گیا تو یہ استخارہ کے خلاف نہیں ہوا، بلکہ استخارہ کی بدولت یہ کام ہوا ہے (احسن الفتاوٰی ج۹ص۵۹)

(۱۵)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خود انسان کے دل کا رجحان ایک طرف ہو جاتا ہے، بس جس طرف رجحان ہوجائے وہ کام کرے اور بکثرت ایسا رجحان ہوجاتا ہے، لیکن بالفرض اگر کسی طرف دل میں رجحان نہ بھی ہو بلکہ دل میں کشمکش موجود ہو تو بھی استخارہ کا مقصد پھر بھی حاصل ہے، اس لئے کہ بندہ کے استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہوجاتے ہیں، پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندے کے لئے خیر ہوتی ہے اور اس کو پہلے سے پتہ بھی نہیں ہوتا، بعض اوقات انسان ایک راستہ کو بہت اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے، لیکن اچانک رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اس بندے سے پھیر دیتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ استخارہ کے بعد اسباب ایسے پیدا فرمادیتے ہیں کہ پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندے کے لئے خیر ہوتی ہے، اب خیر کس میں ہے؟ انسان کو پتہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتے ہیں (اصلاحی خطبات ج۱۰ص۱۶۰، ۱۶۱)

ہم نے قارئین کی تسلی اور اطمینان کے لئے استخارہ کے بعد دل میں کسی بات کے آنے اور دل کے کسی طرف مائل ہونے کے مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ کئی اکابرین اور بزرگانِ دین کے حوالوں سے تحریر کردیا ہے۔ امید ہے کہ اس تفصیل سے تمام شکوک وشبہات دور ہوگئے ہوں گے؛ اور یہ بات ذہن نشین ہوگئی ہوگی کہ استخارہ کے بعد جس طرح خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں، اسی طرح دل کا کسی طرف مائل ہونا بھی ضروری نہیں، اور اگر کسی طرف دل مائل ہوجائے تب بھی اس پر عمل کرنا ضروری نہیں؛ اگرچہ بعض حضرات کے بقول بہتر ہے۔

(جاری ھے......)

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۱ھ**: میں سلیمان بن غالب بن جبریل البجلی کو مصر کا گورنر بنایا گیا، ان کے بعد عباس بن لہیعہ بن عیسیٰ الحضرمی کو گورنر بنایا (ولاۃ مصر لکندی ج ا ص ۴۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۲ھ**: میں حضرت شیخ القراء ابومحمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ العدوی البصری النحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ امیر یزید بن منصور (جو کہ مہدی کا ماموں تھا) کے ساتھ رہتے اور ان کے بیٹے کی تربیت کرتے تھے اس لئے آپ کو ''یزیدی'' کہا جاتا تھا، علمِ تجوید ابوعمرو المازنی رحمہ اللہ سے حاصل کیا، آپ سے ابوعبید، اسحاق الموصلی اور آپ کے بیٹے محمد رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں، آپ کی کئی کتب مشہور ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: النوادر، المقصود والممدود، الشکل، نوادر اللغۃ، النحو، ۷۴ سال کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی ''وقیل مات بمرو'' (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۶۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن الضریس بن یسار البجلی الرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''رے'' مقام کے قاضی تھے، آپ نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی زیارت بھی کی ہے، ابراہیم بن طہمان، اسرائیل بن یونس، حسن بن دینار اور حماد بن سلمہ رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابراہیم بن موسیٰ الفراء، احمد بن ابراہیم البزاز اور ابوجعفر احمد بن عمر العلاف رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج ۳۱ ص ۳۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں، عیسیٰ بن طہمان، مالک بن مغول، فطر بن خلیفہ، یونس بن اسحٰق، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ، علی، ابوبکر بن ابی شیبہ، حسن بن علی الخلال، محمد بن رافع اور محمد بن عبداللہ المخرمی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت ابواسامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اپنے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے مرجع تھے، ان کے بعد ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اپنے

Idara Ghufran

زمانہ میں، ان کے بعد امام شعبی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں، ان کے بعد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنے زمانے میں لوگوں کے مرجع تھے، امام ثوری رحمہ اللہ کے بعد حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ لوگوں کے مرجع تھے۔

حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ کا شمار بڑے ائمہ میں ہوتا تھا، آپ سے جو احادیث مروی ہیں ان میں ایک روایت حضور ﷺ کی ہجرت سے متعلق بھی ہے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ہجرت فرمارہے تھے تو جب غارِ ثور کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ذرا ٹھہریئے میں پہلے جا کر غار کو صاف کردوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو آپ کی انگلی کو کوئی چیز لگ گئی، آپ اپنی انگلی سے خون کو صاف کرتے ہوئے یہ شعر فرمارہے تھے: ؎

هل انت الا اصبع دميت وفی سبيل الله مالقيت

ترجمہ: تو نہیں ہے مگر ایک خون آلود انگلی ہے، اور یہ تجھے جو کچھ پیش آرہا ہے اللہ کے راستے میں پیش آیا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۲۷، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۶ ص ۴۰۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۰، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۵۵)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ:** میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصلاً فارسی النسل تھے، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی والدہ کا تعلق فارس سے تھا، ایمن بن نابل، ابان بن یزید العطار، ابراہیم بن سعد اور جریر بن حازم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن منصور الکوسج، حجاج بن الشاعر، زید بن اخزم اور عبداللہ بن محمد المسندی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، عمر بن شبہ فرماتے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے اصبہان میں ابوداؤد سے چالیس ہزار احادیث اس طرح لکھیں کہ ابوداؤد کے ہاتھوں میں کتاب نہیں تھی، ۷۲ سال کی عمر میں بصرہ میں وفات ہوئی ”وقیل مات فی سنة ۲۰۴ھ“ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۸۴، تہذیب الکمال ج ۱۱ ص ۴۰۸)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۲۰۱ھ:** میں حضرت اسحاق بن عیسیٰ بن نجیح البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ مندرجہ ذیل ہیں: امام مالک، حمادین، شریک، ابنِ لہیعۃ، ہشیم اور جریر بن حازم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد مندرجہ ذیل ہیں: امام احمد بن حنبل، ابوخیثمہ، دارمی، الذہلی، یعقوب بن شیبہ اور محمد بن رافع رحمہم اللہ، آپ کی ولادت ۱۴۰ھ میں ہوئی (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۱۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۶ھ**: میں حضرت حجاج بن محمد المصیصی الاعور رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا اصل تعلق خراسان کے مشہور شہر ''ترمذ'' سے تھا، بعد میں آپ ''مصیصہ'' منتقل ہوگئے، اسرائیل بن یونس، حریز بن عثمان الرحی اور حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ سے آپ نے حدیث روایت کی، امام احمد بن حنبل، حجاج بن یوسف الشاعر اور حسن بن محمد الصباح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کو احادیث صحیح اور بہت اچھے طریقے سے یاد تھیں (طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۲۷، سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۴۴۹، تہذیب الکمال ج۵ ص ۴۵۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۴۵، التعدیل والتجریح ج ۱ ص ۵۲۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۹ھ**: میں حضرت ابو محمد عثمان بن عمر بن فارس العبدی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اپنے زمانے کے نیک لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ابنِ عون، ہشام بن حبان اور یوسف بن یزید رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد، اسحاق، ابوخیثمہ، بندار اور ابنِ مثنیٰ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ''وقیل مات فی سنة ۲۰۸ او ۲۰۷ھ'' بصرہ میں وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۵۸، تہذیب التہذیب ج۷ ص ۱۳۰، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۷، تہذیب الکمال ج ۱۹ ص ۴۶۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۷۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۰۹ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن موسیٰ الاشیب البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ طبرستان، موصل اور حمص کے قاضی رہے ہیں، حمادین، زہیر بن معاویہ، شیبان بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن لہیعہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل، ابنِ منیع، حجاج بن شاعر، ابنِ ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، رَے کے مقام پر وفات ہوئی (طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۶۹، تہذیب الکمال ج ۶ ص ۳۳۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۱۲ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الفریابی الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ قیساریہ کے مقام کے رہنے والے تھے، یونس بن اسحاق، فطر بن خلیفہ، مالک بن مغول اور امام اوزاعی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، احمد بن حنبل، محمد بن یحییٰ، اسحاق الکوسج، سلمۃ بن شبیب اور ابوبکر بن زنجویہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ خود فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں انگوروں کے ایک گنجان باغ میں داخل ہوا تو میں نے ہر قسم کے انگور کھائے سوائے سفید انگور کے، سفید انگور میں سے میں نے بالکل نہیں کھایا، تو میں

نے اس کا ذکر سفیان سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو علم الفرائض (میراث کے علم) کے علاوہ ہر فن میں مہارت حاصل ہوگی، کیونکہ میراث علم کا خلاصہ ہے جس طرح سفید انگور عام انگوروں کا خلاصہ ہے، بعد میں اسی طرح ہوا کہ امام فریابی رحمہ اللہ کو علم الفرائض میں اتنی مہارت حاصل نہیں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۱۸، تہذیب الکمال ج ۳۲ ص ۶۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۱۳ھ:** میں حضرت ابوحفص عمرو بن ربیع بن طارق بن قرۃ بن نہیک بن مجاہد الہلالی الکوفی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام مالک، لیث، یحییٰ بن ایوب، ابنِ لہیعہ، اور مسلمہ بن علی الخشنی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، مسلم، اسحاق بن منصور الکوسج، ابوبکر الصاغانی، ابوحاتم الرازی اور ابراہیم الجوزجانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب التہذیب ج۸ ص ۳۰، تہذیب الکمال ج ۲۲ ص ۲۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۱۵ھ:** میں حضرت ابویعقوب اسحاق بن عیسیٰ الطباع بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوضمرۃ انس بن عیاض، جریر بن حازم اور ابوالاشہب جعفر بن حیان العطاری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، احمد بن منیع البغوی، اسحاق بن بہلول التنوخی الانباری اور اسماعیل بن ابی الحارث البغدادی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۴۰ھ میں ہوئی (الوافی بالوفیات لصفدی ج۳ ص ۱۷۱، تہذیب الکمال ج۲ ص ۴۶۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۱۸ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ بشر بن آدم الضریر البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصل میں بصرہ کے رہنے والے تھے، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسہر، قاسم بن معن المسعودی اور حفص بن غیاث رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام بخاری، ابراہیم الحربی، ابراہیم بن جنید، ابومسعود الرازی اور امام دارمی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۵۵ھ میں ہوئی (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸۸، تہذیب الکمال ج۴ ص ۹۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۱۹ھ:** میں حضرت ابوغسان مالک بن اسماعیل بن درہم الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عبدالوھاب بن سلیمان بن الغسیل، عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون اور اسرائیل رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابوبکر بن ابی شیبہ، یوسف بن موسیٰ القطان، احمد بن عثمان بن حکیم الاودی اور ذہلی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۴)

Iqra Ghufran

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۰ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن رمح المہاجر بن محرز بن سالم مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، علم میں اونچا مقام حاصل ہونے کی ایک وجہ ماہر اساتذہ کا ہونا ہے، ان کے اساتذہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے اہلِ علم شمار ہوتے تھے، اور ان کا اس زمانے میں بڑا نام تھا، جن حضرات سے آپ نے استفادہ کیا ان میں امام لیث بن سعد، عبداللہ بن لہیعہ اور مفضل بن فضالہ رحمہم اللہ جیسے حضرات سرِ فہرست ہیں، اسی طرح آپ کے شاگردوں کو بھی علمِ حدیث میں بڑا اونچا مقام حاصل ہے، امام مسلم بن حجاج، ابوداؤد السجستانی، حسن بن سفیان اور محمد بن زبان الحضرمی رحمہم اللہ نے آپ سے استفادہ کیا، آپ کے بھائی حکم بن رمح بن المہاجر رحمہ اللہ کو بھی علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہے (الاکمال لابنِ ماکولا ج ۱ ص ۳۱۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۰ھ**: میں حضرت ابوعثمان عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابان بن یزید، اسماعیل بن علیہ، اسود بن شیبان، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابراہیم بن اسحاق الحربی، ابراہیم بن مرزوق البصری، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے حاملین تو صرف پانچ حضرات ہی ہیں: امام مالک، ابنِ جریج، ثوری، شعبہ اور عفان، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم دس سال تک عفان کی خدمت میں رہے (تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۱۷۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۲ھ**: میں حضرت ابوحفص عمر بن حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ النخعی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ ادریس، ابوبکر بن عیاش، عثام بن علی، مسکین بن بکیر اور اپنے والد حفص بن غیاث رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور احمد بن یوسف السلمی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج۷ ص ۳۸۲، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۲، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۶ ص ۴۱۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۴ھ**: میں حضرت ابوایوب سلیمان حرب الواشحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کثرت سے احادیث روایت کرتے ہیں اور احادیث کے معاملہ میں ثقہ شمار ہوتے ہیں، پہلے آپ مکہ کے قاضی تھے اس کے بعد آپ معزول کر دیئے گئے، اور آپ بصرہ لوٹ آئے اور یہیں پر ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ ص ۳۰۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۶ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمٰن التمیمی

المنقری النیشا پوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ خراسان کی مشہور علمی شخصیت تھے،تابعین میں سے بعض حضرات مثلاً کثیر بن سلیم رحمہ اللہ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے،عبداللہ بن جعفر المخرمی، یزید بن المقدام، زہیر بن معایہ، مالک اور شریک القافی رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام بخاری، امام مسلم، حمید بن زنجویہ، محمد بن نصر المروزی، احمد بن سید اور عثمان بن سعید الدارمی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۴۲ھ میں ہوئی، محمد بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میں کس سے حدیث روایت کروں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یحییٰ بن یحییٰ سے، یحییٰ الحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم خراسان کے فقہاء میں عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن یحییٰ رحمہما اللہ کو شمار کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۱۷،تھذیب الکمال ج ۳۲ ص ۳۶)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ**: میں عباسی خلیفہ المعتصم باللہ فوت ہوا،اس کے لئے خلافت کی بیعت مامون کے دورِ خلافت ہی میں رجب ۲۱۸ھ میں ہوئی، مامون کے زمانے میں مملکت کا جو نظام قائم ہوا تھا معتصم نے اس کو قائم رکھا، البتہ اس نے فوج کے نظام کو بڑی ترقی دی جس سے عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے کا موقع ملا، معتصم کے دورِ خلافت کا بدترین دور وہ تھا جب اس نے معتزلہ کی سازشوں کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے، اس کو ''مثمن'' کہا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ خلفائے بنو عباس میں آٹھواں خلیفہ تھا، اور اس کا دورِ خلافت آٹھ سال اور اٹھارہ مہینے تھے، آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں، آٹھ بڑے بڑے شہر اس نے فتح کئے، آٹھ دشمنوں (بابک، باعیش، مازیار، افشین، عجیف، قارون، رافضیوں کے قائد، زنادقہ کے قائد) کو اس نے قتل کیا، آٹھ لاکھ دینار سرخ، آٹھ لاکھ دراہم سفید، آٹھ ہزار گھوڑے، آٹھ ہزار غلام، آٹھ ہزار لونڈیاں، آٹھ ہزار ے گھوڑے اپنے پیچھے چھوڑے، اور آٹھ محل اس نے بنائے (الوافی بالوفیات لصفدی ج ۲ ص ۱۴۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۰۶، تاریخ ملت ج ۲ ص ۲۸۲ تا ۳۱۴ ملخصاً، تاریخ طبری ج ۷ ص ۳۱۴)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ**: میں حضرت ابونصر بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن بن عطاء بن ہلال المروزی الزاہد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''الحافی'' کے نام سے مشہور تھے، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد، فضیل بن عیاض، مالک اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل، ابراہیم الحربی، ابراہیم بن ھانیٔ اور عباس العنبری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ سعد رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ: ''آپ کا تعلق خراسان سے تھا، اور بہت سے حضرات سے علمِ حدیث کو حاصل کیا، پھر اس کے بعد عبادت کی طرف متوجہ ہوگئے، اور احادیث کی تعلیم چھوڑ دی اور بغداد میں وفات ہوئی'' کل عمر ۷۶ سال تھی اور ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی، ایک حدیث جو آپ سے مروی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اتخذ النبی ﷺ خاتما فلبسه ثم القاه''

یاد رہے کہ! عورت کو سونے چاندی اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز (مثلاً، دھات، اسٹیل، سلور اسٹیل، پیتل، تانبا وغیرہ) سے بنا ہوا زیور پہننا جائز ہے، لیکن انگوٹھی صرف سونے چاندی کی پہننا جائز ہے خواہ وزن کتنا بھی ہو، سونے چاندی کے علاوہ کسی اور چیز کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، یہ تفصیل تو عورت کے متعلق ہے اور مرد حضرات کو سونے چاندی اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کا زیور پہننا جائز نہیں بلکہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور انگوٹھی بھی صرف چاندی کی جائز ہے اور وہ بھی ساڑھے چار ماشہ وزن تک ہونی چاہئے اس سے زیادہ نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی انگوٹھی پہننا مرد حضرات کو جائز نہیں (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۳۸۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۷۵، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۷ ص ۳۴۲، تاریخ طبری ج۷ ص ۳۱۴، تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۱۸۰)

☐...... **ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ:** میں عباسی خلیفہ الواثق باللہ کے لئے خلافت کی بیعت ہوئی، یہ معتصم باللہ کے بیٹے تھے، ۱۸۶ھ میں پیدائش ہوئی، معتصم نے بغداد کے مشہور معلم ہارون بن زیاد سے واثق کو اعلیٰ تعلیم دلوائی، وفات کے دن ربیع الاول کی ۱۱ تاریخ اور جمعرات کا دن تھا، مدتِ خلافت ۵ سال ۹ ماہ تھی (تاریخ طبری ج۷ ص ۳۱۸، الوافی بالوفیات لصفدی ج۷ ص ۳۶۸، تاریخ ملت ج ۲، تاریخ طبری ج۷ ص ۳۱۸)

☐...... **ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ:** میں حضرت ابوالنضر اسحاق بن ابراہیم بن یزید الدمشقی الفرادیسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے، یحییٰ بن حمزہ الحضرمی، ابوضمرۃ، شعیب بن اسحاق، صدقہ بن خالد اور محمد بن شعیب بن شابور رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، محمد بن عوف، ابوزرعہ الدمشقی اور ابوعبدالملک احمد بن ابراہیم البسری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۱۹۳، تاریخ دمشق ج۸ ص ۱۸۴)

☐...... **ماہِ ربیع الاول ۲۲۸ھ:** میں حضرت ابوسلیمان داؤد بن عمرو بن زہیر الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عبداللہ بن عمرو العمری، نافع بن عمر الجمحی، داؤد بن عبدالرحمٰن، جویریہ بن اسماء، حماد بن زید اور ابوالاحوص سلام بن سلیم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، یحییٰ بن معین، حجاج بن یوسف الشاعر،

ابو یحییٰ محمد بن عبد الرحیم اور احمد بن ابی خیثمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں ''وقیل مات فی صفر سنة ۲۲۸ ھ'' (طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ ج ا ص ۵۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۳۱، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ ص ۳۴۹، تہذیب الکمال ج۸ ص ۴۳۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۵۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۲۹ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید الخزاعی الماخوانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آدم ابن ابی ایاس، اسماعیل بن ابی اویس، اسماعیل بن علیۃ، ایوب بن سلیمان بن بلال اور حفص بن حمید المروزی الاکافی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، احمد بن ابی الحواری (یہ آپ کے ہم عصر ہونے کے باوجود شاگرد ہیں) ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ، ابویعقوب اسحاق بن عاصم المصیصی، ایوب بن اسحاق سافری اور ابوزرعہ عبدالرحمان بن عمرو دمشقی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: جو چاہتا ہے کہ قبر کا علم حاصل کرے (یعنی قبر میں اس کے کام آئے) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلے اور جو چاہتا ہے کہ روٹیوں کا علم حاصل کرے (یعنی علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے) تو اس کو چاہئے کہ اپنی رائے پر عمل کرے (تہذیب الکمال ج ا ص ۴۳۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۰ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ الہاشمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، معتمر بن سلیمان، ابوخالد الاحمر، جریر بن عبدالحمید، سفیان بن عیینہ، یزید بن زریع اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم، محمد بن ایوب بن الضریس، موسیٰ بن ھارون، ابویعلیٰ اور بغوی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۹۴، تہذیب الکمال ج ۲ ص ۴۸۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۳ھ:** میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ایوب المقابری البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسماعیل بن جعفر، شریک، سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی اور ابواسماعیل المؤدب رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام احمد اور مسلم بن حجاج رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں آپ کی ولادت ۱۵۱ھ میں ہوئی، عبدالرحمٰن الاشہلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں ایک مرتبہ قبرستان گیا تو میں نے کسی کے گھٹ گھٹ کر رونے کی آواز سنی، تو میں آواز کے پیچھے گیا، تو دیکھا کہ یحییٰ بن ایوب ایک گڑھے کے اندر رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ:

یاقرۃ عین المطیعین ویاقرۃ عین العاصین ولم لاتکون قرۃ عین المطیعین وانت مننت علیهم بالطاعة ولم لاتکون قرۃ عین العاصین وانت سترت علیهم بالذنوب.

''اے اطاعت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک،اے نافرمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک،اورتو اطاعت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہو حالانکہ تونے ان پر اطاعت میں لگے رہنے کا احسان فرمایاہے،اورتو نافرمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہو حالانکہ تونے ان کے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے''

وہ یہ دعابار بار پڑھ رہے تھے اورروررہے تھے،تو مجھ پربھی رونے کا غلبہ ہوگیا،انہوں نے میراموجودہونامحسوس کرلیاتو مجھ سے فرمایاشاید کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے خیر کے ساتھ بھیجا ہو''

''وقیل مات فی سنة ۲۳۴ھ(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۸۷،تھذیب الکمال ج ۱۳ص ۲۴۱)''(العبرفی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۸، طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۱۶۱،تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۱۶۵)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۳ھ**: میں حضرت علی بن عیسیٰ المخرمی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ روح بن حاتم المھلبی رحمہ اللہ کے آزادکردہ غلام تھے،آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں:حفص بن غیاث،عبداللہ بن ادریس،عبداللہ بن بجیر البصری اور محمد بن زیاد بن الاعرابی رحمہم اللہ،آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں:ابراہیم بن عبداللہ بن جنید الختلی،حرب بن اسماعیل الکرمانی،حسن مجمی اورصالح بن محمد الاسدی''وقیل مات فی سنة ۲۳۱ھ''(تھذیب الکمال ج ۲۱ ص ۸۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۴ھ**: میں حضرت ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن نفیل بن زراع بن علی النفیلی الحرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابراہیم بن اسماعیل بن عبدالملک بن ابی محذورة،بکاربن عبداللہ بن عبیدة الربذی،حاتم بن اسماعیل المدنی اورحجاج بن محمد المصیصی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،امام ابوداؤد،ابراہیم بن حسین بن دیزیل الھمذانی اورابراہیم بن عبداللہ جنید رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(تھذیب الکمال ج۱۶ ص ۹۲، تاریخِ دمشق ج ۳۲ص ۳۵۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۵ھ**: میں حضرت ابوحارث سریج بن یونس بن ابراہیم المروزی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسماعیل بن جعفر،ھشیم بن بشیر،عباد بن عباد، یوسف بن الماجشون،اسماعیل بن مجالد اورابواسماعیل المؤدب رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے حضرات آپ کے اساتذہ ہیں،امام مسلم،نسائی،بقی بن مخلد،ابویحییٰ محمد بن عبدالرحیم صاعقہ،ابوزرعہ،موسیٰ بن ھارون اورابوجعفر الحضرمی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں(سیراعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۴۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۶ھ**: میں حضرت ابوعلی احمد بن ابراہیم بن خالد الموصلی رحمہ اللہ کی وفات

ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، ابراہیم بن سعد، حماد بن زید، ابوالاحوص، شریک، ابوعوانہ اور محمد بن ثابت رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر بن ابی الدنیا، احمد بن الحسن الصوفی، ابویعلیٰ الموصلی اور ابوالقاسم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے آپ سے ایک حدیث روایت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۶، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۸، تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۴۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۶ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن عبدالرحمٰن المسیبی المدنی المقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بڑے مشہور عالم تھے، فنِ قرأت کی روایت اس طرح کرتے ہیں عن ابیہ عن نافع بن احمد و ثابت، حدیث کے اساتذہ درج ذیل ہیں: محمد بن فلیح اور سفیان بن عیینہ، محمد بن الفرج، عبداللہ بن الصقر، محمد بن احمد بن واصل اور اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہم اللہ آپ سے قرأت اور امام مسلم اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' اور امام ابوداؤد اپنی کتاب ''سنن ابوداؤد'' میں آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، علمی مقام کے ساتھ ساتھ آپ کا عملی مقام بھی بہت بلند تھا (غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء لابن محمد الجزری ج ۱ ص ۳۲۱، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۴، تہذیب الکمال ج ۲۴ ص ۴۰۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۸ھ:** میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عثمان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، خراسان سے تعلق تھا، شامی حضرات میں رشید بن سعد، ہقل بن زیاد، بقیہ اور اسماعیل بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۷ ص ۳۵۱)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۳۹ھ:** میں حضرت ابوعبدالملک صفوان بن صالح بن صفوان بن دینار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ جامع دمشق کے مؤذن تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: سفیان بن عیینہ، مروان بن معاویہ، ولید بن مسلم، سوید بن عبدالعزیز، وکیع بن الجراح اور محمد بن شعیب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل حضرات ہیں: ابوداؤد، نسائی، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابوزرعہ النصری اور احمد بن انس بن مالک رحمہم اللہ، آپ کی ولادت ۱۶۸ھ یا ۱۶۹ھ میں ہوئی ''وقیل مات فی سنۃ ۲۳۷ھ'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۷۵، تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۱۹۴، تاریخِ دمشق ج ۲۴ ص ۱۴۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۱ھ:** میں حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الذہلی الشیبانی المروزی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا اصل تعلق بصرہ سے تھا لیکن جب خراسان فتح ہوا اور وہاں کے شہر ''مَرْو'' میں عرب کے قبائل آباد کئے گئے اور ان کو وہاں جاگیر اور زمین دی گئی تو آپ کے خاندان والے

بھی ''مَرْو'' میں آباد ہوگئے اور وہیں پر مستقل رہنے لگ گئے، بعد میں آپ کے والد کسی وجہ سے ''مرو'' سے ترکِ وطن کر کے بغداد چلے آئے اور آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ان کا انتقال ہوگیا، والدہ نے آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سولہ سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی اور سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے حدیث لکھی، زمانۂ طالب علمی میں حدیث پر عمل کا اتنا اہتمام تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ ''میں نے جو حدیث لکھی اس پر عمل کیا'' آپ نے چالیس سال تک تحصیلِ علم کے بعد باقاعدہ مجلسِ درس قائم کی اور فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا، فقہی مذاہب میں سے ایک مذہبِ حنبلی آپ سے جاری ہوا، اور آپ کے مقلدین کی ایک بڑی تعداد اس وقت دنیا میں موجود ہے، کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسے بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جارہی ہے، یا اُسے شارع (شریعت بنانے والا، قانون ساز) کا درجہ دے کر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جارہا ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی تو قرآن وسنت کی مقصود ہے، لیکن قرآن وسنت کی مراد کو سمجھنے کے لئے بحیثیت شارحِ قانون اُن کی بیان کی ہوئی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا جارہا ہے (ملاحظہ ہو''تقلید کی شرعی حیثیت'') جس زمانہ میں امام شافعی رحمہ اللہ بغداد میں حلقہ درس لگاتے تھے، اس زمانہ میں خلیفہ ہارون الرشید کو یمن کے لئے قاضی کی ضرورت تھی اس نے امام شافعی رحمہ اللہ سے عرض کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے آپ کا نام پیش کرنا چاہا لیکن آپ نے علم میں مشغولی کی وجہ سے انکار کر دیا، عباسی خلفاء مامون، معتصم، واثق کے دورِ خلافت میں معتزلہ کو بڑا زور حاصل ہوا تھا اور خلیفہ کے دربار میں ان کو بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا، اپنے دور کے مشہور مسئلہ قرآن مجید کو مخلوق نہ کہنے کے جرم کی پاداش میں معتزلہ کی سازشوں کی وجہ سے مامون نے امام احمد رحمہ اللہ کو قید کر لیا تھا، مامون کے بعد معتصم کے دورِ خلافت میں بھی آپ قید میں رہے، یہاں تک معتصم نے بھرے دربار میں امام صاحب کو اپنے سامنے کوڑے لگوائے اور سخت سے سخت سزا دی، محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل کو ۸۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے مارے جاتے تو وہ چیخ جاتا، بعد میں معتصم نے ایک سیاست کے تحت آپ کو رہا کر دیا، امام احمد رحمہ اللہ نے ان سب کو معاف کر دیا تھا، خلیفہ واثق باللہ نے جب اپنے دورِ خلافت میں آپ سے معتصم باللہ کی معافی کے بارے میں سفارش کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے معتصم کے دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی اس کو معاف کر دیا تھا، نو دن بیمار رہ کر جمعہ کے دن ۱۲/ ربیع الاول کو آپ کا انتقال

Idara Ghufran

ہوا، بغداد میں آہ وبکا کاہنگامہ برپا ہوگیا، جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ نکالا گیا ،میدان کے علاوہ لوگوں نے دریائے دجلہ میں کشتیوں میں، بازاروں، گلی کوچوں میں نمازِ جنازہ پڑھی، تقریباً چھ لاکھ افراد نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، آپ کی وفات کا عجیب اثر یہ تھا کہ اسی دن ۲۰ ہزار یہودی، نصرانی اور مجوسی مسلمان ہوئے، امام احمد رحمہ اللہ کی حدیث میں مسندِ احمد کے نام سے مشہور کتاب ہے جو آپ نے دولاکھ احادیث میں سے تیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے لکھی ہے (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۸۲،تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۴۶۵،تھذیب الکمال ج ۲ ص ۴۳۳،تھذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص ۱۴۴،سیرتِ ائمہ اربعہ ص ۱۸۶ تا ۲۵۴ ملخصاً،تاریخ دمشق ج ۵ ص ۲۶۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۳ھ**: میں حضرت ابوہمام ولید بن شجاع بن الولید بن قیس السکونی الکندی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: امام ابنِ عیینہ، ابنِ ابی الزائدۃ، ولید بن مسلم ، بقیہ، حجاج بن محمد اور ابنِ وھب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوبدر، ابراہیم الحربی اور موسیٰ بن ھارون رحمہم اللہ "**قیل مات سنة اثنتین واربعین وقیل تسع وثلاثین**" (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۱۲۰،سیراعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۳ھ**: میں حضرت ابوالسری ھناد بن السری بن مصعب التمیمی الدارمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوالاحوص، شریک بن عبداللہ، اسماعیل بن عیاش اور عبثر رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ سے مروی ایک روایت میں بیت الخلاء جانے کا ایک اہم ادب بتلایا گیا ہے، آپ سے روایت ہے کہ:

> **عن انس قال کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل الخلاء قال اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث** (ترمذی)
>
> **ترجمہ**: رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تھے تو یہ دعا فرماتے تھے "**اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث**"

احمد بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ھناد رحمہ اللہ کثرت سے رویا کرتے تھے، ایک دن قرآن مجید کی قرأت سے فارغ ہوئے اور مسجد تشریف لے گئے اور زوال تک نماز پڑھتے رہے اور میں ان کے ساتھ مسجد میں ہی رہا پھر اپنے گھر لوٹ گئے اور وضو کیا اور واپس مسجد آئے اور ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر اسی کیفیت پر کھڑے ہوگئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے جس میں رونے کی وجہ سے آپ آواز بھی بلند

ہو جاتی تھی پھر ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور قرآن مجید اٹھا کر تلاوت شروع کردی یہاں تک کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، میں نے اِن کے بعض پڑوسیوں سے پوچھا کہ یہ کتنی زیادہ عبادت کرتے ہیں، تو ان کے پڑوسیوں نے کہا کہ ان کی دن کی عبادت کا یہ حال ستر سال سے ہے، اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھ لو تو تمہیں تو بہت تعجب ہوگا (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۰۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۴ھ**: میں حضرت ابوعلی مجاہد بن موسیٰ بن فروخ الخوارزمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، ہشیم، ابوبکر بن عیاش، سفیان بن عیینہ، ولید بن مسلم اور اسماعیل بن علیۃ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام مسلم، نسائی، ابنِ ماجہ، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم، ابراہیم الحربی اور موسیٰ بن ھارون رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے چھ سال بڑے تھے، اور ۸۶ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۹۶، تھذیب الکمال ج ۲۷ ص ۲۳۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۶ھ**: میں حضرت ابواسحاق اسماعیل بن سعید الطبری الجرجانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ "الشالنجی" کے لقب سے مشہور تھے، امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کی صحبت سے مستفید ہوئے، استرآباذ کے مقام پر رہتے تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل پر آپ نے کتابیں لکھیں، دہستان کے مقام پر وفات ہوئی "وفی قول مات ۲۳۳ھ" (الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ لتقی الغزی ج ۱ ص ۱۷۶)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۸ھ**: میں حضرت ابوعلی احمد بن خلیل البغدادی البزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے مشہور شہر نیشاپور میں رہتے تھے، علی بن عاصم، یزید بن ھارون، حجاج الاعور اور روح بن عبادہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام نسائی، حسین القبانی، عبدان اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۳۲، تھذیب الکمال ج ۱ ص ۳۰۴، تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۲۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۸ھ**: میں حضرت ابوالحارث محمد بن سلمہ بن عبداللہ بن ابوفاطمہ المرادی الجملی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابوالازہر حجاج بن سلیمان بن افلح الرعینی المعروف بابن القمری، زیاد بن یونس الحضرمی، عبداللہ بن کلیب المرادی اور عبداللہ بن وھب رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، احمد بن حفص بن یزید المعافری اور حسن بن سفیان النسائی رحمہم اللہ آپ کے

مایہ ناز شاگرد ہیں(تہذیب الکمال ج۲۵ ص ۲۸۸)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن الصباح بن محمد البزارالواسطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں:احمد بن جواس الحنفی ،احمد بن حنبل،اسحاق بن حکیم،اسحاق بن عیسیٰ القشیری اوراسحاق بن یوسف الارزق رحمہم اللہ،آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں:امام بخاری، ابوداؤد،ترمذی،ابراہیم بن اسحاق الحربی اورابویعلیٰ الموصلی رحمہم اللہ،آپ کو بغداد شہر میں عجیب رعب حاصل تھا(تہذیب الکمال ج۶ ص ۱۹۵،التعدیل والتجریح ج ا ص ۴۸۲)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۰ھ**:میں حضرت ابوسعید عبداللہ بن محمد رمح بن المہاجر التجیبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،عبداللہ بن وھب رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں،ابنِ ماجہ،بکر بن سہل الدمیاطی اورمحمد بن محمد بن الاشعث المصری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں،جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج۱۶ ص۵۷)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۰ھ**:میں حضرت ابوعمرو حارث بن مسکین بن محمد بن یوسف الاموی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ ایک بڑے فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ مصر کے قاضی بھی تھے،اشہب بن عبدالعزیز،ابنِ وھب،ابنِ عیینہ اورعبدالرحمٰن بن قاسم رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں،ابوداؤد،نسائی اورابویعلیٰ رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں،خطیب فرماتے ہیں:آپ فقیہہ آدمی تھے اورامام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے اورحدیث میں آپ ثقہ سمجھے جاتے ہیں،عباسی خلیفہ مامون نے آپ کوخلقِ قرآن کے مسئلہ میں کچھ عرصہ تک قید میں رکھا،آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی(طبقات الحفاظ للسیوطی ج ا ص ۴۳،وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج۲ ص۵۷،تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۱۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۲۵۰ھ**:میں حضرت ابومحمد عبید بن اسماعیل القرشی الہباری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، جمیع بن عمر بن عبدالرحمٰن العجلی ،ابواسامہ حماد بن اسامہ،سفیان بن عیینہ اورعبداللہ بن ادریس رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،امام بخاری،احمد بن علی الخزاز،عبداللہ بن یزید البجلی،علی بن عباس البجلی المقانعی اورعمر بن محمد بن بجیر البجیری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی،جمعہ کے دن وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج۱۹ ص ۱۸۷،التعدیل والتجریح ج ا ص ۱۰۴۱)

بسلسلہ: فقہی مسائل عبدالواحد قیصرانی

تمہید

اسلام صرف کلمہ، نماز، روزہ اور زکوۃ و حج ہی کی حد تک محدود نہیں ہے بلا شبہ یہ اسلام کے بنیادی ستون ہیں لیکن وسعت اسلام کی سرحدیں بس یہیں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ اسلام تو ایک ابدی اور آفاقی مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ دین فطرت بھی ہے، اسلام ایک کامل نظام اور مکمل ضابطہ حیات ہے، بنی نوع انسان کی زندگی میں پیش آنے والے مختلف ومتنوع نشیب وفراز میں سے کوئی موقع ومحل اور اس کی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں کہ جہاں اسلام نے مشعلِ راہ بن کر اس کی کامل رہنمائی نہ کی ہو بلکہ حضرتِ انسان کی زندگی کے ہر ہر گوشہ پر محیط اور روزمرہ پیش آنے والے مختلف واقعات وحوادث اور نت نئے مسائل سے متعلق رہنمائی فراہم کرنا اسلامی نظام ہی کا طرہ امتیاز ہے اور یہ قیامت تک کے انسانوں کو پیش آنے والے مسائل کا حل اپنے دامن میں رکھتا ہے کیونکہ اس کے اصولوں میں ہمہ گیری کی صفت پائی جاتی ہے چنانچہ جب بھی انسانی ضرورتیں نئی شکل اختیار کرتی ہیں اور مختلف ایجادات جلوہ گر ہوتی ہیں تو علماء کرام اور فقہاء عظام امانت و دیانت اور تقویٰ وللّٰہیت کے لباس سے مزین خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر آگے بڑھتے ہیں اور اصولِ اسلام کی تطبیق کا فریضہ سرانجام دے کر امتِ مسلمہ کی رہنمائی کرتے ہیں، اور یہی وہ قیمتی اسلوب ہے کہ جس کی بنیاد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سنہری دور میں قائم فرمائی، اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے سچے اور وفادار جانشین صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عظیم مقصد کے افشاء کے لئے دور دراز کے مختلف ہموار و ناہموار، شہروں، قریوں، جزیروں، صحراؤں اور ریگستانوں غرضیکہ جہاں جہاں بھی انسانیت بستی تھی ان غریب الدیار اجنبی و پردیسی علاقوں میں جا کر بسیرے ڈالے، اپنوں کی بے حسی، چیرہ دستی اور غیروں کے طعن وتشنیع کو خاطر میں لائے بغیر نسل در نسل سلسلہ وار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی جانشین اس عظیم مشن کا بیڑہ بڑی خوش اسلوبی سے اٹھا کر انتہائی کامیابی اور اپنی جانفشانی وعرق ریزی کے ساتھ خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس عظیم فریضہ اور ذمہ داری کو چاردانگِ عالم میں پھیلائے ہوئے ہیں (اللھم زد فزد)۔

اس جہانِ فانی میں انسان کی پیدائش اور وجود میں آنے کا ظاہری، دنیوی اور مادی سبب والدین ہوتے ہیں تو یہی اسلام بچے کی مادی پرورش اور روحانی تربیت سے متعلق والدین کو ایک مکمل دستور العمل اور

رہنمائی فراہم کرتا ہے چنانچہ جب بچہ والدین کے زیر سایہ صحیح معنوں میں اس اسلامی دستور العمل سے گزرتا ہے تو پھر اس کی نیک بختی اور سعادت تقریباً یقینی ہوتی ہے اور پھر سنِّ بلوغ وشعور تک پہنچنے کے بعد دینِ اسلام براہ راست ایک فرد کی حیثیت سے اس سے انفرادی خطاب کرتا ہے، اعضاء و جوارح اور حواس سمیت اس کے ہر ہر جزء، رنج والم، خوشی وغمی، خیر وشر، اچھائی و برائی، نیکی و بدی، نعمت ومصیبت، کامیابی وناکامی یعنی انفرادی زندگی کے دستور العمل کے ساتھ معاشرتی اور اجتماعی حقوق اوران کے ضوابط سے متعلق بھی روشناس کراتا ہے، اوراسی نظام کی پیروی کرنے پر دارین کی فلاح کی ضمانت ہے، ان اصولوں کے مطابق زندگی گزار کر دونوں جہانوں کی کامیابی، خدا تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا حاصل ہونا یقینی ہے۔

کسی بھی ذی شعور عقلمند کواس سے انکارنہیں کہ موجودہ دور علم وفن، تحقیق وتدقیق، ترقی، اورنت نئی ایجادات اور انکشافات کے میدان میں بہت آگے نکل چکا ہے، انسانی ترقیوں کا جائزہ لیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے، لیکن اس سب کے باوجود یہ بات بھی مخفی نہیں کہ دنیا اس نظام حیات سے بہت دور ہو چکی ہے جو انسانوں کو انسانیت بخشتا ہے اور دونوں جہانوں میں کامیابی کی ضمانت دیتا ہے، گو کہ انسانی زندگی کی جدوجہد اپنے شباب پر پہنچ چکی ہے مگر اس سے بھی انکارنہیں کہ اخلاق واعمال کی وہ پاکیزگی نہیں جو دین اسلام کواپنے پیروکاروں سے مطلوب ہے (الّا ماشاءاللہ) دین اسلام کی موٹی موٹی اوراہم باتوں سے بھی ناواقفیت ہے، دین سے دوری کی انتہا ہے کہ دشمنانِ دین کی پیروی اورنقّالی میں مسابقت ہی نہیں تفاخر بھی ہے اور دیندار مسلم معاشرہ میں بھی حقیر ہے، درحقیقت یہی چیز آج امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی کا باعث بنی ہوئی ہے، اور ہمارے مالک وخالق نے ہماری کامیابی کا جوراستہ مقرر کیا ہے ہم اس سے کوسوں دور چلے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کوصحیح سمجھ دے...... دین سے دوری اورشرعی احکامات سے غافل معاشرہ کی مایوس کن حالت کے تدارک اور دینی جہالت کے ازالہ کے لئے علماء حقہ مختلف پلیٹ فارموں کے ذریعے قولاً وفعلاً مناسب انداز سے قوم کی اصلاح فرما کر اپنی ذمہ داری کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے ہیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی ماھنامہ ''التبلیغ'' کی صورت میں بھی ہے ...... الحمد للہ ماہنامہ ''التبلیغ'' کے معزز قارئین اپنے اس مئوقر رسالے کے ذریعے دینی علوم سے آگہی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق شرعی وفقہی رہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں، تواب اسی طرح ذیل میں ہر عاقل وبالغ کوپیش آمدہ پاکی وناپاکی (یعنی طھارۃ) سے متعلق ایک نیا، مفید، مستند اورآسان فہم سلسلہ شروع کیا جارہا ہے، خدا تعالیٰ اسے اپنے فضل وکرم سے بخیر وعافیت پایہ تکمیل تک پہنچائے اور ہمیں دین کے مطابق صحیح زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (قسط ۲)

ایک ایسے نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو دینِ ابراہیم پر ہوں گے، ہجرت کریں گے، ان کا قیام دو پتھریلی جلی ہوئی زمینوں کے درمیان کھجور والے مقام پر ہوگا، ان کے پاس پہنچ سکو تو پہنچ جاؤ، ان کے ساتھ چند علامات ہوں گی جو پوشیدہ نہیں ہوں گی وہ صدقہ نہیں کھائیں گے، لیکن ہدیہ قبول کریں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی، جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان لو گے، اس کے بعد جب اس راہب کا بھی انتقال ہو گیا تو میں وہیں عموریہ ہی میں رہا، کچھ عرصے کے بعد بنی کلب کا ایک قافلہ ادھر کو آیا، میں نے ان سے ان کے شہروں کا حال دریافت کیا (اور یہ جان لیا کہ ان کے علاقہ میں پہنچ کر شاید میں اپنی منزلِ مراد کے قریب ہو جاؤں) میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ اپنے ملک لے چلو تو میں اپنی یہ گائیں اور بکریاں سب تمہیں دے دوں، وہ میری اس شرط پر راضی ہو گئے اور مجھے اپنے ساتھ لے چلے (لیکن شیطان بڑا ہی دھوکہ باز ہے خود بھی انسانوں کو دھوکہ دیتا ہے اور اپنے پیاروں کو بھی اسی بات پر اُکساتا ہے کہ وہ بھی دوسرے انسانوں کو دھوکہ دیں، یقیناً دھوکہ دینے والے شیطان کے پیارے ہوتے ہیں، اگر یہ بات ہمیں سمجھ میں آ جائے تو شاید ہم شیطان کے پیارے بننے کے بجائے اپنے اللہ کے پیارے بننے کی کوشش کرتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دینے سے توبہ کر لیں) بہرحال بنی کلب کے ان لوگوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر دھوکہ دیا، مجھ پر ظلم کیا اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا (لیکن محبت سچی ہو اور دل کسی ایک طرف کو لگا ہوا ہو تو زندگی کی مشکلات سہنا انسان کے لئے آسان ہو جاتا ہے...... اپنے مقصد کے حصول کی خاطر غلامی بھی انسان گوارا کر لیتا ہے، پھر وہ ادھر ادھر الجھنا پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے افکار کو ادھر ادھر لگا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا، وہ اپنی توانائیوں کو اپنے مقصد سے ہٹ کر استعمال کرنے میں ضائع نہیں کرنا چاہتا، لیکن یہ سب کچھ تب ہی ہوتا ہے جب کوئی شخص واقعی اپنے مقصد کی لگن میں سچا ہو) یہاں مجھے کھجور کے درخت نظر آئے تو کچھ آس سی بندھی کہ شاید یہی وہ جگہ ہو جس کی مجھے تلاش ہے (قدرت کا ہمیشہ سے یہی اصول نظر آیا ہے کہ طلب سچی ہو تو منزلیں خود چلتی ہوئی سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں، لمبے لمبے فاصلے یوں مختصر ہو جاتے ہیں کہ گویا زمین لپٹ کر سمٹ گئی ہے اور پھر قدرت کو جب کسی کی مراد پوری کرنا مقصود ہو تو مشکلات خود ہی راحتوں کا سامان

بن جایا کرتی ہیں، پھر اُلجھنیں خود بخود سلجھتی چلی جاتی ہیں اور نظامِ کائنات خود انسان کو کسی VIP شخص کی طرح پروٹوکول دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے) ابھی مجھے کچھ ہی دن یہاں رہتے ہوئے گزرے ہوں گے کہ میرے اس یہودی آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے اس سے ملنے کے لئے آیا میرے اس آقا نے مجھے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا، یوں میں اپنے اس نئے آقا کے ساتھ مدینہ طیبہ آ پہنچا، واللہ میں نے اپنے ساتھی سے اس سرزمین کے بارے میں اتنا کچھ سُن رکھا تھا کہ اسے دیکھتے ہی پہچان گیا (ان دنوں نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت فرما چکے تھے لیکن مجھے اپنے آقا کی خدمت سے اتنا وقت ہی نہ ملتا تھا کہ خود حالات کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا، بس دل میں اپنے ساتھی کے کہے کے مطابق آخری نبی کی ملاقات کی آرزو دل میں بسائے دن رات گزارنے لگا) بالآخر وہ لمحہ بھی آ ہی پہنچا جب نبی کریم ﷺ خود مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا اس کو ٹھیک کر رہا تھا میرا آقا نیچے ہی بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا خدا بنی قبیلہ کو غارت کرے سب کے سب قبا میں ایک ایسے شخص کے پاس جمع ہو گئے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور یہ سب لوگ اُسے نبی سمجھ رہے ہیں......

اس کے یہ الفاظ میرے کانوں سے ٹکرائے تو میری حالت غیر ہو گئی (زندگی بھر میں انہی ہستی کی تلاش میں تو مارا مارا پھرتا رہا آج جب اُن کے اتنا قریب آجانے کی خبر سُنی تو جسم و جان میں جذبات کا طلاطم برپا ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی، میری اس وقت کی کیفیات کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے کسی کی محبت میں، کسی کی تلاش میں ایک عمر دربدر پھرتے پھرتے گزار دی ہو اور پھر اچانک اس کے کانوں سے یہ الفاظ ٹکرائیں کہ اس کی مطلوب و مقصود ہستی اس کے بالکل قریب ہی ایک مقام پر تشریف لا چکی ہیں) میرے اعصاب میرے جذبات کے آگے مغلوب ہو گئے اور جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا، مجھے یوں محسوس ہوا کہ اگر میں فوراً درخت سے نیچے نہ اُتر آیا تو شاید کہیں گر ہی نہ پڑوں، بس میں خود کو سنبھالتے ہوئے تیزی سے نیچے اترنے لگا، اور اترتے ہی بدحواسی کے سے عالم میں پوچھنے لگا کہ ذرا پھر سے بتانا یہ کیا خبر ہے، آقا نے اپنا ہاتھ اُٹھا کے بڑے زور سے مجھے ایک گھونسا رسید کیا اور بولا تجھے اس سے کیا، تو اپنے کام پر توجہ دے، میں نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا، کچھ نہیں بس ایسے ہی میں نے چاہا کہ اس بات کی تحقیق کرلوں جو یہ شخص ابھی کر رہا تھا، لیکن اس نے مجھے منع کر کے کام ہی پر لگے رہنے کا حکم دیا، میں اس کے منع کرنے پر اس وقت تو باز آ گیا (لیکن بھلا اب دل کو کیسے روکتا وہ اندر ہی اندر ملاقات کے منصوبے بنانے لگا)

(جاری ہے......)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ　　مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۵)

اسلام کے سنہرے معاشی اصولوں اور دولت و پیداوار کو سارے معاشرے میں پھیلانے کے ضابطوں کا بھی اب اجمالی خاکہ اور مختصر جائزہ ملاحظہ ہو۔ سب سے پہلی چیز جو اسلام کے تمام احکام اور اصولوں کی روح ہے اور دیگر سب احکام شرع کی طرح معیشت اور تقسیم دولت کے نظام میں بھی پورے طور پر جاری و ساری ہے وہ یہ بنیادی تصور اور نظریہ ہے کہ دولت خواہ کسی شکل میں بھی ہو اصلاً اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہی اس کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی نے انسان کو اس پر ملکیت کے حقوق عطا کئے ہیں اس لئے انسان اس کے حصول و خرچ میں قطعی طور پر خود مختار اور آزاد نہیں ہے بلکہ خود اس کو اور اس کے کسب و عمل کی ساری صلاحیتوں کو اور اس دولت کو پیدا کرنے والے رب کریم کے احکام کا وہ پابند ہے لہٰذا جس طریقے سے دولت حاصل کرنے کا وہ حکم دے انہی طریقوں کے اندر رہتے ہوئے دولت حاصل کرنا اور جن موقعوں پر خرچ کرنے کا وہ حکم اور اجازت دے صرف ان موقعوں پر خرچ کرنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے، یہ بنیادی تصور اور نظریہ جو ایک مومن اور مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے، یہی وہ پہلا بنیادی مرحلہ ہے جہاں سے اسلامی اور غیر اسلامی معاشی نظریات کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی کے نتیجے میں اسلام کا سارا مالیاتی نظام اور پورا معاشی ڈھانچہ بلند اخلاقیات، ایثار، ہمدردی، خیر خواہی اور امانت و دیانت کے اصولوں پر استوار ہوتا ہے اور غیر اسلامی نظام اس کے برخلاف خالص مادی اصولوں، خود غرضی اور مفاد پرستی کے تصورات پر پروان چڑھتے ہیں۔

درحقیقت مالک ہر شیئے خدا است　　ایں امانت چندروز نزد ما است

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ جن کا مقالہ اسلام کا نظام تقسیم دولت ہمارے پیش نظر ہے فرماتے ہیں کہ اس بنیادی نظریے سے دولت کو پیدا کرنے اور اس کو ترقی دینے کے علاوہ دولت کے استحقاق کا بھی ایک دوسرا مصرف خود بخود نکل آتا ہے یعنی اسلام نے انسان کو دولت کے پیدا کرنے کے جو اصول دیئے ہیں اور اس کی جائز و ناجائز حد بندیاں قائم کی ہیں (تاکہ معاشرے کے سب افراد و طبقات دولت کی پیدائش کے عمل میں اپنی محنت و ہنر یا سرمایہ کے ذریعے سے براہ راست شریک ہو سکیں اور بے

بنیاد اجارہ داری کسی کی قائم نہ ہو) اسی طرح دولت کے ان اولین مالکوں (جنہوں نے اپنی محنت، ہنر اور سرمایہ سے دولت کمائی ہے) کے ذمہ دوسرے کچھ لوگوں اور طبقوں تک اپنی دولت کا ایک حصہ پہنچانا بھی فرض ولازم کیا ہے، یہ تقسیم دولت کی دوسری وثانوی مد ہے، اوراسلام نے تقسیم دولت کی اس ثانوی مد کے تحت دولت کے مستحقین کی ایک طویل فہرست قائم کی ہے، زکوٰۃ، صدقات، عشر، کفارات، نفقات اور وراثت یہ سارے عنوانات تقسیم دولت کی اس ثانوی مد کی مختلف شکلوں اور صورتوں سے عبارت ہیں جن میں سے ہر عنوان کے پیچھے شرعی احکام کی ایک پوری منضبط تفصیل ہے، حضرات فقہاء اسلام نے شریعت کے اصولوں کی روشنی میں تقسیم دولت کے پہلے مرحلے یعنی پیدائشِ دولت کی طرح اس دوسرے مرحلے کی ان سب شکلوں کو بھی پوری طرح واضح فرمایا ہے اوراس کے ایسے جزئی جزئی احکام اورآداب تک مرتب و منضبط فرمادیئے جن کا واقعاتی نہیں بلکہ عقلی وفرضی درجے میں بھی تصور ہوسکتا ہو جزا اللہ عنا وعن المسلمین۔

سرمایہ داری اوراشترا کی معاشی نظاموں میں جوخالص مادی اورالحادی بنیادوں پر استواراورقائم ہیں دولت کے ان ثانوی مدات کا کوئی تصور ہی نہیں، الّا یہ کہ سیاست وریاست کے ضروریات کے تحت ٹیکسوں کا ایک ظالمانہ اورخشک وپھیکا نظام قائم کرلیا جاتا ہے جس میں نہ خیر خواہی کا کوئی پہلو ہے نہ آپس میں مودت و ہمدردی اورخونی ونسبی رشتوں کے احترام کے تحت کفالت ومعاونت کا کوئی پہلو (جوکہ اسلام کے نفقات، وراثت اورزکوٰۃ وغیرہ کے احکام کی غایت اورروح ہے)۔ اسلام نے تقسیم دولت کے ان ثانوی مدات میں بعض کو ریاست کے بھی سپرد کیا ہے اورخمسِ غنائم، خراج، جزیہ وغیرہ کی صورت میں ریاست کے لئے الگ مستقل ذرائع آمدن بھی رکھے ہیں تاکہ ریاست کواجتماعی نظام کے قیام میں کوئی تنگی پیش نہ آئے۔ اورخود ریاست کے ذمہ کفالت کا فریضہ بھی عائد کیا ہے، اس طرح نجی وانفرادی طور پر معاشرے کے جن محروم افراد وطبقات کی کفالت نہیں ہو پاتی ان کی کفالت ریاست کے متعلق ہو جاتی ہے اسی طرح معاشرے کی فلاح اورزندگی کی بقا کے ان بظاہر دنیوی مرحلوں میں بھی اسلام نے عبادت وقربت کی روح بھر کر دنیوی ضروریات کے ان مرحلوں کو بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے۔

بہارِ حسنش دل وجاں راتازہ می دارد　　برنگ اصحاب صورت رابہ بوار باب معانی را

دولت کے اولین مستحقین

جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کہ اسلام نے دولت اور معاشی ضروریات کوسارے معاشرے میں پھیلانے اور

ہر انسان تک پہنچانے کے بنیادی طور پر دو مرحلے رکھے ہیں پہلے مرحلے میں دولت پیدا کرنے اور کمانے والے عوامل ہیں (جن کو آگے عوامل پیداوار سے تعبیر کیا جائے گا) دوسرے ثانوی مستحقین جو دولت کو پیدا کرنے میں شریک نہیں لیکن دولت کی پیدائش کے عاملین پر شریعت نے دولت میں سے ان کو حصہ دینے کا فریضہ عائد کیا ہے۔ پس اسلامی شریعت میں عوامل پیداوار تین ہیں۔

(۱)......سرمایہ **(۲)**......زمین **(۳)**......محنت

(۱)......سرمایہ سے مراد وہ وسائل پیداوار ہیں جن کا دولت کی پیدائش کے عمل میں استعمال اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک ان کو خرچ نہ کر دیا جائے اس لئے ان کو کرایہ پر چلانا ممکن نہیں جیسے نقد روپیہ، کھانے کی اجناس۔

(۲)......زمین: اس سے وہ وسائل پیداوار مراد ہیں جن کا پیدائش کے عمل میں اس طور پر استعمال ہوتا ہے کہ ان کی اصل شکل وصورت باقی رہتی ہے۔ اسی بناء پر انہیں کرایہ پر دیا جا سکتا ہے جیسے زمین، مکان، مشینری، مختلف مفید آلات وغیرہ۔

(۳)......محنت: یعنی انسانی عمل، خواہ وہ اعضاء وجوارح کا ہو یا ذہن اور قلب کا (یعنی دماغی۔ عقلی وعلمی صلاحیتیں) اب یہ تینوں عوامل جن پیداوار اور منافع کو وجود دیں گی اس میں ان تینوں کا استحقاق ہوگا، اب یہ تینوں چیزیں اگر فردِ واحد کی طرف سے ہوں تو چونکہ ان تینوں کے منافع اکیلے اس کی طرف ہی لوٹتے ہیں اس لئے تقسیم کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ یہ تفصیل کرنے کی حاجت رہتی ہے کہ حاصل شدہ پیداوار کا اتنا حصہ سرمایہ کا ہے، اتنا زمین یا مشینری وغیرہ کا اور اتنا محنت اور کسب کا۔ لیکن یہ تینوں عوامل اگر مختلف اشخاص اور تین الگ الگ افراد یا تین الگ الگ جماعتوں و کمپنیوں کی طرف سے ہوں اور تینوں کے اشتراک سے پیداوار و منافع کو وجود ملا ہو تو وہ اولاً انہی تینوں پر تقسیم ہوگا (خواہ افراد ہوں یا جماعت و کمپنی، ہر کمپنی پھر اپنا حصہ اپنے افراد پر تقسیم کرے گی جیسا کہ شیئرز کی صورت میں ہوتا ہے) کہ اس کا ایک حصہ سرمایہ کو بہ شکل منافع (نہ کہ سود کی صورت میں) ملے گا، دوسرا حصہ زمین یا عمارت کو بہ شکل کرایہ دیا جائے گا، تیسرا حصہ محنت کو بہ شکل اجرت ومزدوری ملے گا، اب یہاں سرمایہ دارانہ معاشی نظریہ کا جو جوھری فرق آ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اولؔ تو سرمایہ دارانہ نظریہ، دولت کے ثانوی مستحقین کی قائل ہی نہیں اس کے نزدیک دولت کے مستحقین صرف اور صرف عوامل پیداوار ہی ہیں۔ دومؔ یہ کہ سرمایہ دارانہ نظریہ میں یہ عاملین پیدائش تین کے بجائے چار ہیں۔ تین تو یہی جن کا اوپر ذکر ہوا، چوتھا عامل تنظیم یا کمپنی (آجر) ہے۔ یعنی

وہ عامل جو مذکورہ بالا تینوں عوامل کو جوڑ کر انہیں کام میں لگاتا اور نفع ونقصان کا خطرہ (رسک) مول لیتا ہے۔اب سرمایہ دارانہ نظریہ یہ کہتا ہے کہ پیداوار ومنافع ان چاروں عاملین پیداوار میں یوں تقسیم ہوں گے کہ سرمایہ کو ایک حصہ سود کی شکل میں ملے گا جو پیداوار کو وجود ملنے سے پہلے سے ہی متعین ہوتا ہے اور وہ نقصان کا خطرہ بھی مول نہیں لیتا، دوسرا حصہ محنت کو اجرت ومزدوری کی شکل میں ملے گا۔تیسرا حصہ زمین یا عمارت وغیرہ کو کرایہ کی شکل میں ملے گا اور چوتھا حصہ جتنا بھی ہو تنظیم یا کمپنی کو منافع کی صورت میں ملے گا، جبکہ اسلام کہتا ہے کہ یہ چوتھا عامل فطری وجوھری طور پر کوئی الگ مستقل عامل ہے ہی نہیں بلکہ یہ محنت میں شامل ہے، کیونکہ یہ کمپنی یا آجر جو تنظیم اور منصوبہ بندی کرتی ہے اور تجارتی و پیداواری پالیسیاں بناتی ہے، اور طلب ورسد کے سارے نظام پر نظر رکھ کر قدم اٹھاتی ہے تو یہ سب فکری ودماغی محنت ہے جو کہ محنت کے عموم میں شامل ہے۔لہٰذا منافع میں محنت کی بنیاد پر یہ سرمایہ کے ساتھ فیصدی تناسب کے ساتھ شامل ہو اور نقصان کا یہ اکیلا رسک اور خطرہ مول نہ لے بلکہ نفع کی طرح نقصان میں بھی سرمایے کو اپنے ساتھ شامل رکھے،لیکن سرمایہ دارانہ نظام کہتا ہے کہ آجر یا کمپنی مستقل عامل پیداوار بن کر اس ہمت مردانہ کا مظاہرہ کرتی رہے کہ نفع کے ساتھ نقصان کا رسک لے،اور سرمایہ ومحنت کو نقصان سے بےفکر کر کے سرمایہ کو متعین سود،محنت کو متعین اجرت اور زمین وغیرہ کو متعین لگان وکرایہ دیکر ایک طرف کردے اور باقی سارے منافع پر بلاشرکت غیرے قابض ہوجائے اور مزید سینہ زوری کرتے ہوئے نقصان کے خطرہ سے بھی بچنے کے لئے انشورنس کمپنیوں کی شکل میں چور دروازے بھی اپنے لئے کھول دے اور پھر اپنی عیاری ومکاری پر یوں نعرہ زن ہو۔　ع

شاباش بریں ہمتِ مردانہ ما　　(جاری ہے......)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

صلہ رحمی کے رہنما اصول

یہ کون نہیں جانتا کہ آج کل ہمارے معاشرہ میں تقریباً ہر گھر، خاندان اور برادری کے افراد اختلافات وتنازعات کی آگ میں جل رہے ہیں، حضرت مدیر مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم نے بعض غیر معمولی خاندانی تنازعات واختلافات کے شکار خواتین وحضرات کو درج ذیل تحریر خطوط کی شکل میں ارسال کی، اس تحریر کی افادیت کے پیشِ نظر اس مرتبہ ماہنامہ کے آدابُ المعاشرت کے سلسلہ میں اس تحریر کو شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

معزز خواتین وحضرات! زندگی بہت مختصر ہے، بڑی تیزی سے گزر رہی اور ختم ہورہی ہے، جو کل کے زمانہ میں بچے تھے وہ آج بڑے ہو چکے ہیں، جو بے اولاد تھے وہ صاحبِ اولاد ہو چکے ہیں، پچھلی پُشت اور نسل کا زمانہ ختم ہورہا ہے، اگلی نسل کا زمانہ شروع ہورہا ہے۔

غمی اور خوشی کے حالات ہر ایک پر گزرتے جارہے ہیں، کتنے افراد دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، کتنے رخصت ہونے والے ہیں اور کب، کس وقت، کس جگہ، کس حالت میں دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں؟ اس کا کسی کو کچھ پتہ نہیں۔

ہمارے آباء واجداد کو قبروں میں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال وحالات کی اللہ تعالیٰ خبریں اور اطلاعات پہنچارہے ہیں، جن کی وجہ سے ان کی روحیں خوشی یا غمی محسوس کررہی ہیں؛ دنیا میں ایک خاص مقصد کے لیے آنا ہوا ہے، یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے آنا نہیں ہوا، وہ مقصد بہت عظیم مقصد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسولُ اللہ ﷺ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزار کر دنیا سے جانے کے بعد آخرت میں ملنے والی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی اور فلاح حاصل کرنا!!!

اگراس عظیم مقصد میں کامیابی مل گئی تو دنیا میں آنا با مقصد رہا؛ ورنہ بے مقصد رہا، بلکہ دنیا میں آنا نامراد اور منحوس رہا۔

اب اصل مقصد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دنیا میں زندگی گزارنے کا مکمل طریقہ بتادیا ہے، جس کواختیار کرکے دنیا میں بھی راحت اورسکون کی زندگی ملتی ہے اورآخرت میں بھی ،اورسکون والی زندگی کاایک اہم اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جورشتے ناطے عطافرمائے ہیں ،ہم ان کو پہچانیں اوراپنی اولاداوراہل وعیال کوان رشتوں کی حقیقت سے آگاہ اور باخبر کرائیں،اورخوداوراپنے اہل وعیال کوان رشتوں کی قدرومنزلت سمجھائیں۔

صلہ رحمی بہت بڑی نعمت اوردولت ہے،جس سے زندگی میں سکون حاصل ہوتا ہے،زندگی میں برکت ہوتی ہے اورعمر میں اضافہ اورزیادتی ہوتی ہے ،اورسب سے بڑھ کراللہ اوراس کے رسول کی رضامندی اورخوشنودی حاصل ہوتی ہے۔اور یہ سب نعمتیں ایسی ہیں کہ جودنیا کے ہرقسم کا خزانہ اور مال ودولت خرچ کرکے بھی حاصل نہیں کی جاسکتیں،اوراس کے برخلاف قطع رحمی اوررشتے ناطے توڑنے کے نقصانات ظاہر ہے کہ اس کے برعکس ہیں۔

زندگی کے چین وسکون کا اُٹھ جانا، زندگی کی برکت کاختم ہوجانا،عمروں کا کم ہوجانا،غیبت،الزام وبہتان تراشی ،بدزبانی ،بدگمانی ،حسد، کینہ کپٹ ،بُغض وعداوت وغیرہ جیسے کبیرہ گناہ بھی اس قطع رحمی کے ساتھ انسانی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔

معززخواتین وحضرات! ذراسوچیے اورغورفرمایئے کہ لڑ جھگڑکر،ایک دوسرے کونیچادِکھاکر،ایک دوسرے پرالزام تراشی کرکے ،غیبت اور بہتان تراشی کرکے اورحسدوبُغض وعداوت میں مبتلا ہوکراور زندگی کا چین وسکون غارت کرکےاورزندگی کی برکت ختم کرکے ہمیں کیا ملے گا؟ کچھ بھی تونہیں، بلکہ سب کچھ ختم ہوجائے گا،نفس وشیطان اوردشمنوں سے ہوشیار ہوجانا چاہیے جوکبھی بھی اتفاق واتحاد اورصلہ رحمی سے خوش نہیں ہوتے ، بلکہ ان کا کام ہی لڑانا بھڑانا، بدگمانی اور بدزبانی میں مبتلا کراکے ایک دوسرے سے دورکرانا ہوتا ہے۔اب چند اُصول بیان کیے جاتے ہیں جن کواختیار کرکے ہم اپنے مقصد کوحاصل کرسکتے ہیں،اوران اُصولوں سے ہٹ کرمقصد کونہیں پاسکتے:

(1)......جس جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی اور آپ کی شان میں کوئی گستاخی کی، یا کسی بھی طرح سے آپ کی توہین وتذلیل کی، چھوٹی ہو یا بڑی؛ مختصر ہو یا لمبی؛ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے معاف کردیجیے۔ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنا اور درگزر کرنا بہت پسند ہے، ایسا کرنے میں ہرگز ہرگز بھی آپ کی عزت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا اور آپ کو بڑائی حاصل ہوگی۔

(2)...... کسی دوسرے کے معاف کرنے اور درگزر کرنے کو اس کی کمزوری، اس کا جُھک جانا اور دَب جانا نہ سمجھئے بلکہ اس کی بڑائی سمجھئے کہ وہ کتنا بڑا دل اور ظرف رکھتا ہے کہ اس نے سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے معاف کردیا، اور بدلہ لینے کی طاقت ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا

(3)......صلہ رحمی کے لیے پرانے مردے نہ اُکھاڑیے، اور شِکوے شکایات نہ کیجیے۔

یاد رکھیے! کہ شکوے شکایات کبھی بھی ختم نہیں ہوتے، اگر آپ کے پاس کچھ گِلے شِکوے ہیں، تو دوسرے کے پاس بھی یقیناً ہوں گے، آپ سے زیادہ نہ سہی، برابر نہ سہی، کچھ نہ کچھ تو ہوں گے ہی، اور جب شکوے شکایات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ بات خراب ہی ہوتی ہے، آج کل برداشت کرنے اور اپنی غلطی ماننے کا مادہ ہے نہیں، اس لیے دوسرے کی شکایت جائز ہو یا ناجائز، نفس ہمیشہ اس کو غلط ہی ثابت کرانا چاہتا ہے، اور جو اپنی شکایت دوسروں سے ہوتی ہے اسے نفس اچھا اور صحیح بنا کر پیش کرتا ہے۔

غور فرمائیے کہ اگر ہر ایک اپنے آپ کو اپنی جگہ صحیح سمجھتا رہے اور دوسرے کو غلط سمجھتا رہے گا، پھر اختلافات کیسے ختم ہوں گے؟ اور صلہ رحمی کی نوبت کیسے آئے گی؟

(4)...... ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے کمتر اور نیچا سمجھے اور دوسرے کو اپنے سے اچھا اور بہتر سمجھے؛ اپنی بُرائیوں، عیبوں اور کمزوریوں پر نظر رکھا کرے اور دوسرے کی اچھائیوں اور بھلائیوں کو سوچا کرے۔ یہ اُصول ایسا قیمتی اور مفید ہے کہ جس کی برکت سے کبھی دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی نوبت ہی نہیں آتی۔

(5)...... ہر ایک دوسرے کے حقوق پورے کرنے کی کوشش کرے، بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں اچھائی سے دے؛ دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے رہنے اور اپنی طرف سے

دوسرے کے حقوق تلف کرتے رہنے سے کبھی بھی حقیقی معنیٰ میں انسان ایک اچھا انسان نہیں بن سکتا، یہ خصلت تو حیوانوں والی ہوتی ہے۔

(6)......آج سے یہ تہیہ کرلیا جائے کہ دوسرے کی غیبت نہیں کریں گے، اس پر بہتان نہیں باندھیں گے، اس کی پیٹھ پیچھے بُرائی سے تذکرہ نہیں کریں گے۔ دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے؛ دوسرے کے لیے بُرا نہیں سوچیں گے بلکہ اچھا ہی سوچیں گے؛ کیونکہ حدیث میں ہے کہ: ''مؤمن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے''

(7)......مرد حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے خود کریں، خواتین ناقص العقل ہوتی ہیں، ان کو اور اسی طرح اپنے دیگر اہل وعیال کو اپنے معاملات میں غیر معمولی دخیل نہ بنائیں؛ ان سے بوقتِ ضرورت مشورہ ضرور کریں لیکن فیصلہ خود ہی سوچ سمجھ کر کریں۔ اور خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ مردوں کے معاملات میں بے جا دخیل بننے کی کوشش نہ کریں، بلکہ اپنی گھر گھرستی اور گھریلو ذمہ داریوں اور بچوں کی تربیت اور شوہر کی خدمت وعظمت میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں۔ خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ ہم غیر متعلقہ لوگوں کو اپنے معاملات میں دخیل بنا لیتے ہیں اور اس حد تک ان کو اختیار دیدیتے ہیں کہ جو اپنے اوپر بھی ظلم ہوتا ہے۔

(8)...... اپنی بیوی بچوں میں کاروباری معاملات اور دوسرے باہمی خصوصاً اپنے ہم عصروں اور رشتہ داروں کے اختلافات وتنازعات کے مسائل کا بلا سخت ضرورت کے مذاکرہ اور ڈِسکس نہ کی جائے، کیونکہ ایک تو یہ ان کا میدان اور شعبہ نہیں، جس سے ان کا ذہن منتشر ہوتا ہے اور غیر معقول رائے ان کی طرف سے ملتی ہے، اور اس کی وجہ سے اُن کے دلوں میں دوسروں سے نفرت پیدا ہوتی اور قطع تعلقی وقطع رحمی نسل در نسل منتقل ہوتی اور چھوٹوں کی طرف سے بڑوں کی شان میں گستاخی وبدزبانی کی جرأت پیدا ہوتی ہے؛ البتہ سخت ضرورت ہو تو ضرورت کی حد تک ان سے مشاورت کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال کو دوسروں کی شان میں بدزبانی وگستاخی کرنے سے بچانا بھی ضروری ہے

(9)......شوہر کا جس سے جو رشتہ ہے اس پر اس رشتہ کے حقوق لازم ہیں، اور بیوی کا جس

سے جو رشتہ ہے اس پر اس رشتہ کے حقوق لازم ہیں۔شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کو اس کے رشتہ داروں کے حقوق پورا کرنے میں رُکاوٹ نہ ڈالے اور بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کو اس کے رشتہ داروں کے حقوق پورا کرنے میں رُکاوٹ نہ ڈالے۔

(10)......اپنی غمی اور خوشی کی تقریبات کو سادگی کے ساتھ سنت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ زیادہ تر جھگڑے اور اختلافات رسم ورواج اور فضولیات اور خرافات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اُمید ہے کہ ان اصولوں پر سچے دل کے ساتھ عمل کی بدولت اتحاد واتفاق اور صلہ رحمی کی نعمت حاصل ہو جائے گی۔

اس تحریر کو بار بار پڑھتے رہنا چاہیے اور اس کے مضامین کو اپنے دل ودماغ میں مستحضر رکھنا چاہیے۔

فقط والسلام۔

محمد رضوان،19/فروری2007ء؛ادارہ غفران راولپنڈی

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط ۱۱)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

عرض......عدمِ اختلاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر اتفاقاً کسی وقت میں صحیح وسچا مذاق اور تفریح کسی سے کرلی جائے خواہ علمی ہی ہو، تاکہ طبیعت میں کچھ شگفتگی ونشاط پیدا ہو اور فرحت حاصل ہو درست ہے کہ نہیں؟

ارشاد......قادر علی النفس نہ ہونا مانعِ تفریح ہے۔ [۱]

عرض......ایک بھائی جو کہ نماز وغیرہ نہیں پڑھتے احقر نے بہت سمجھایا اور والدین بھی نصیحت فرماتے رہتے ہیں مگر باز نہیں آتے صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں ان کے لئے کیا طریق انفع ہوگا؟

ارشاد......کیا عمر ہے؟ کیا پڑھا ہے؟ [۲]

عرض......مذکورُ الصدر بھائی کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہے، قرآن پاک ناظرہ، بہشتی زیور، اور بقدرِ ضرورت اردو پڑھی ہے اور تیسیر المبتدی اور حمد باری وغیرہ بھی پڑھی ہے، الغرض ابتدائی کچھ کتابیں پڑھی ہیں۔ لیکن چونکہ تعلیم کی رغبت نہیں تھی اس لئے آگے نہیں پڑھ سکے۔ اس کے بعد اسکول کی سات آٹھ جماعتیں پڑھی ہیں اصلاح کا طریق بیان فرمادیں۔

ارشاد......حیٰوۃُ المسلمین، حقوقُ الاسلام، جزاءُ الاعمال دیکھنے کو دیدیں۔ [۳]

---

[۱] حضرت رحمہ اللہ نے مختصر اور جامع انداز میں اس چیز کی نشاندہی فرمادی کہ جب تک نفس پر قابو نہ ہو اس وقت تک تفریح، ومزاح اگرچہ منکرات سے خالی ہو، اصلاحِ نفس کے باب میں ممنوع ہے، کیونکہ مبتدی اور غیر قادر علی النفس ہونے کی صورت میں یہ عمل منکرات ومفاسد کا ذریعہ بن جاتا ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو مباح بلکہ مستحب مفضی الی المعصیت ہو وہ اس صورت میں ناجائز ہوجاتا ہے؛ اور مباح ومستحب نہیں رہتا۔

[۲] امر بالمعروف ونہی عن المنکر مفید وموثر اور سنت کے مطابق ہونے کے لئے جس طرح نیت کا درست اور موقع محل کی مناسبت اور انداز کا درست ہونا ضروری ہے اسی طرح مخاطب کی ذہنی وعلمی سطح کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی لئے حضرت رحمہ اللہ نے پہلے مخاطب کی ذہنی وعلمی سطح دریافت فرمائی۔

[۳] حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ کتابیں نہایت مفید اور اصلاح کے لئے مؤثر ہیں، ''حقوقُ الاسلام'' رسالے کا موضوع تو اپنے نام سے واضح ہے، اس مختصر رسالہ میں مخلوق کے حقوق کا ایسا جامع نقشہ کھینچا گیا ہے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو﴾

عرض......کھانا کھاتے وقت بسا اوقات بسم اللہ پڑھنا یاد نہیں رہتی، اسی طرح کھانا شروع کر دیتا ہوں، جو کہ حیوانی خصلت اور شیطانی چال ہے علاج مرحمت فرما دیں۔

ارشاد......جب درمیان میں یاد آ جاوے پڑھ لیں **بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ**. [۱]

عرض......اگر کوئی دوسرا استہزاءً کہتا ہے کہ بہت بڑے صوفی بن گئے ہیں تو اس کو کیا جواب دیا جائے، یا صرف سکوت پر اکتفاء کیا جائے۔

ارشاد......سکوت۔ [۲]

عرض......احقر پہلے نوافل کا اہتمام نہیں کرتا تھا۔ لیکن الحمدللہ اہتمام اور دوام کے بعد ایک فائدہ یہ ہوا کہ احقر قبل العصر والعشاء سنن کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ نوافل کے اہتمام سے یہ حجاب محسوس ہوا کہ تعجب ہے سنن کا اہتمام نہیں گو غیر مؤکدہ ہی کیوں نہ ہوں اور عام نوافل کی پابندی۔ اس سے الحمدللہ وبفضلہٖ تعالیٰ قبل العصر والعشاء کی سنن پر بھی پابندی کی توفیق حاصل ہوگئی۔ اور اس طرح نوافل کی پابندی معین فی السنن واقع ہوئی۔

ارشاد......الحمدللہ تعالیٰ علیٰ احسانہٖ۔ [۳]

عرض......کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احقر پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نماز کا وقت قریب ہوتا ہے تو کان میں آپ والا کی تنبیہی آواز ٹکراتی ہے کہ اٹھو اٹھو، احقر گھبرا کر اٹھتا ہے اور محسوس یہ ہوتا ہے کہ حضرت آواز دے رہے ہیں طبیعت گھبرائی ہوئی ہوتی ہے خوف طاری ہوتا ہے۔

ارشاد......خوش ہونا چاہئے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) غیبی اعانت۔ [۴]

﴿**حاشیہ پیچھے سے مسلسل**﴾ جو دریا کو کوزے میں بھر دینے کا مصداق ہے اور ''جزاءُ الاعمال'' میں حضرت رحمہ اللہ نے اچھے اور برے اعمال کی دنیاوی و اخروی جزاء وسزا پر ایسے انداز میں روشنی ڈالی ہے جس سے قاری وسامع کے دل و دماغ میں اچھے اعمال کی رغبت اور برے اعمال سے نفرت کا جذبہ وداعیہ پیدا ہوتا ہے، اور جہاں تک ''حیوۃُ المسلمین'' کا تعلق ہے تو یہ حضرت رحمہ اللہ کی ہزارہا کتابوں میں وہ کتاب ہے جس کا تذکرہ حضرت رحمہ اللہ نے خود غیر معمولی انداز میں اپنی تمام تصانیف میں امتیازی شان کے ساتھ فرمایا ہے۔

[۱] اس حکم کی صراحت حدیث میں موجود ہے، نیز اس پر عمل کرنے سے آئندہ کے لئے شروع میں بسم اللہ پڑھنا یاد رہنے کا بھی تجربہ ہے

[۲] ایسے موقعہ پر سکوت ہی فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ مَنْ سَکَتَ نَجَا، یعنی جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔

[۳] حسنِ عمل پر مشائخ کی طرف سے ایسے انداز میں حوصلہ افزائی کہ جس سے کبر وغیرہ میں ابتلاء بھی نہ ہو، سالک کے لئے ہمت افزائی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ مشائخ کاملین، سالک کے مزاج اور تربیت کی سطح کو ملحوظ رکھ کر حوصلہ افزائی کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں

[۴] اس قسم کی غیبی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے لئے بعض اوقات ہو جایا کرتی ہے، اور شیخ کی توجہ اور تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ظاہری شکل میں شیخ کی طرف نسبت فرما دیتے ہیں، کیونکہ بوجہ اپنے شیخ سے عقیدت وعظمت اور محبت کے یہ سالک کے لئے تنبیہ واصلاح میں زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

عرض......احقر وقتاً فو قتاً آپ والا کے بیان فرمودہ ملفوظات وارشادات قلمبند کرتا رہتا ہے احقر چاہتا ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں بغرض اصلاح گوش گزار کردیا کرے۔

ارشاد......دو تین سنا دیا کریں، زیادہ نہیں۔ ۱؎

عرض......نماز کے دوران کبھی یہ خیال گزرتا ہے کہ اب بعد فراغتِ نماز کے حجرہ میں جا کر کھانا کھاؤں گا یا فلاں کام اس طرح سے کروں گا، اوراسی طرح کچھ ماضی کے واقعات بھی خیالات میں گھومتے ہیں ، جبکہ الحمدللہ احقر کو معلوم ہے کہ ماضی پر غم نہیں مستقبل کی فکر نہیں اور حال میں انہماک۔ لیکن اس کے باوجود اس طرح کے خیالات خشوع میں مخل ہوتے ہیں۔ دفع کرنے کا طریق رقم فرمادیں۔

ارشاد......ادھر سے لاپرواہ اور آداب ارکان ملحوظ، حروف صاف، پورے، آواز کان میں آوے۔ ۲؎

عرض......کبھی یہ خیال آتا ہے کہ فلاں شخص اعمال وعبادات میں مجھ سے بہت آگے ہے جبکہ اس کا حضرت والا سے اتنا تعلق بھی نہیں اور میں باوجود اتنا تعلق ہونے اور صحبت اٹھانے کے پھر بھی پیچھے ہوں۔ اور میں تو خوامخواہ بہروپیہ ہوں۔

ارشاد...... یہ سب خیالی خیال۔ بے التفات۔ ۳؎

عرض......نماز کے دوران ہر ہر رکن میں ''بوجہ آپ کی محبت وتصور دل میں سرایت کرنے کے'' آپ والا کا دھیان رہتا ہے احقر سوچتا ہے کہ نماز میں غیراللہ کا دھیان تو غلط ہے اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر دفع نہیں ہوتا

ارشاد...... یہ طریق نہیں۔ بلکہ لاپرواہ اور آداب ملحوظ۔ ۴؎

عرض......آپ کی شفقت علی الخلق اور لوگوں کے ساتھ نرمی ومحبت کا برتاؤ وسلوک دیکھ کر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ جب مخلوقِ الٰہی کی یہ حالت ہے تو خالقِ کائنات کی شفقت ومہربانی کا سبحان اللہ کیا ٹھکانا ہوگا؟

۱؎ احقر نے حضرت والا کو ملفوظات سنانے کا سلسلہ شروع کیا تھا، لیکن حضرت والا کی غیر معمولی علالت ونقاہت کے باعث یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکا، بحمداللہ تعالیٰ احقر نے حضرت والا کے بہت سارے ملفوظات اپنی کاپی اور رجسٹر میں درج کئے ہوئے ہیں۔

۲؎ اسی طرح کا ایک اصلاحی ارشاد پیچھے گزر چکا ہے، جس کی تشریح وہاں حاشیہ میں پیش کردی گئی ہے۔

۳؎ اس قسم کی خیالی ادھیڑ بن بعض اوقات سالک کے لئے اصلاح سے وحشت یا مایوسی کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے حضرت والا نے اس قسم کے خیال سے بے توجہی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

۴؎ جب کسی غیراللہ کا نماز میں خیال آئے جو نماز کے خشوع میں مخل ہو ''قطع نظر اس کے کہ وہ فی نفسہ اچھا ہے یا برا ہے'' اس سے بچنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ نماز کے ارکان وآداب کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ اور اس کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے کہ میرے ذہن میں کیا کیا خیالات آرہے ہیں۔

Idara Ghufran

ارشاد......اس کا نفع عبادت میں رچ جانا ہو۔ [۱]

عرض......بعض اوقات مسجد میں داخل ہوتے وقت دخولِ مسجد کی دعا پڑھنا یاد نہیں رہتی۔

ارشاد......جب یاد آ جاوے۔ [۲]

عرض......بوقت ملاقات یا راستہ میں گزرتے ہوئے کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ احقر ابتداء بالسلام کے بارے میں سوچتا رہتا ہے کہ میں کروں گا لیکن اسی اثناء میں دوسرا شخص سلام کر دیتا ہے اور میں سوچتا ہی رہ جاتا ہوں پھر اپنے اس توقّف پر شرمندگی ہوتی ہے کہ سبقت سے رہ گیا۔

ارشاد......سوچنا کیوں؟ زبانی بات کریں۔ [۳]

عرض......ہرچند کہ ماضی کی بنسبت زمانہ حال میں بحمد اللہ تعالیٰ بعض امراض باطنی میں تخفیف اور بعض میں تعدیم ہوئی ہے مگر احقر کو یہ خیال گزرتا ہے کہ امراض باطنی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے احقر علاجاً اس آیت کو مستحضر کر لیتا ہے، اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.

ارشاد......خیالات تو امراض نہیں۔ [۴]

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کا احساس پیدا ہو تو اس کا فائدہ اور نفع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پوری طرح رچ جائے، یعنی عبادت کا رنگ پوری طرح چڑھ جائے۔

[۲] یہ علاجاً ہے کہ اس طریقہ پر عمل کرنے سے غفلت ونسیان سے کافی حد تک چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔

[۳] حضرت والا نے اس سلسلہ میں زبانی جو کچھ ارشاد فرمایا تھا، اس کا خلاصہ جو یاد پڑتا ہے یہ تھا کہ سوچتے رہنا کبر وتعلّی کی وجہ سے ہوتا ہے اور نفس سلام کی ابتداء کی فضیلت سے محروم کرانے کے لیے تأمل وتوقف میں مبتلا کر دیتا ہے۔

[۴] مطلب یہ ہے کہ جب خیالات امراض نہیں تو ان کے علاج کی بھی فکر کی ضرورت نہیں، اس سے ملتے جلتے ارشادات کی وضاحت گذشتہ حواشی میں کر دی گئی ہے۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب:مفتی محمد رضوان

❖ طالبِ علم اور طالبِ دنیا کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا

مورخہ ۲۹ شوال ۱۴۲۷ھ بمطابق 22 نومبر 2006ء بروز بدھ بعد نماز ظہر حضرت مدیر ''مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم'' نے ادارہ غفران میں طلبۂ کرام سے درجِ ذیل خطاب فرمایا (ادارہ......)

الحمدلِلّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی. امابعد .بسم اللہ الرحمن الرحیم:

معزز طلبۂ کرام: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو دین کے عظیم الشان اور مہتم بالشان علم کے حاصل کرنے میں مشغول کردیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے اور ہمیں ساری زندگی کے لیے دین کے علم میں مشغولی کا ارادہ کرنا چاہیے اور پھر اس کے مطابق عمل بھی کرنا چاہیے۔

ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''مَنهُومَانِ لا یَشبَعَانِ، طَالِبُ العِلمِ وَ طَالِبُ الدُّنیَا'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۴، کتاب الادب، مصنف عبدالرزاق ج۱۱، باب ذی الوجہین، معجم طبرانی کبیر، باب العین، الجامع الصغیر للسیوطی ج۶، وکنز العمال ج۱۶، عن ابن عدی فی الکامل، والبزار) [1]

---

[1] یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے، اور اگرچہ سند فرداً فرداً تو ضعیف ہے، لیکن تمام سندوں کے مجموعہ اور شواہدات سے یہ حدیث قوی بن جاتی ہے۔

لبعضه شواهد، كحديث منهومان لا يشبعان، طالب علم و طالب دنيا، و كحديث لا يشبع عالم من علم حتى يكون منتهاه الجنة (كشف الخفاء للعجلونى، حرف الهمزة مع الراء) ...... وفى الباب عن ابن عمر و ابى هريرة وهى وان كانت مفرداتها ضعيفة فبمجموعها يتقوى الحديث (ايضاً ، حرف الميم) ......ولبعضه شواهد كحديث منهومان لا يشبعان طالب علم و طالب دنيا، وحديث لا يشبع عالم من علم حتى يكون منتهاه الجنة (المقاصد الحسنة ، الباب الاول، حرف الهمزة) ...... وفى الباب عن ابن عمر و ابى هريرة وهى وان كانت مفرداتها ضعيفة فمجموعها تقوى (المقاصد الحسنة ، حرف الميم) ......ولبعضه شواهد كحديث ''منهومان لا يشبعان طالب علم و طالب دنيا'' وهٰذا و ان كانت مفردات طرقها مع اختلاف الالفاظ ضعيفة لكن بمجموعها يتقوى و كحديث لا يشبع عالم من علم حتى يكون منتهاه الجنة (تذكرة الموضوعات للامام الفتنى، كتاب العلم)

فا لظاهر ان الحديث لا يبلغ رتبة الموضوع، و لبعضه شواهد، كحديث منهومان لا يشبعان طالب علم و طالب دنيا الخ (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة ج ١ ، كتاب العلم، الفصل الثانى)

Idara Ghufran

''یعنی دوحریص آدمیوں کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا، ایک طالبِ علم کا اور دوسرے طالبِ دنیا کا''

مطلب یہ ہے کہ طالبِ علم اور طالبِ دنیا دونوں ایسے ہیں کہ وہ ساری زندگی اپنی اپنی طلب میں لگے رہیں اور اپنے مطلوب کو حاصل کرنے میں مصروف اور مشغول رہیں، مگراس کے باوجود ان دونوں کو شکم سیری حاصل نہیں ہوتی، اور ان دونوں کی طلب کبھی پوری اور ختم نہیں ہوتی، لہٰذا ایک سچے طالب علم کی شان یہ ہونی چاہئے کہ زندگی بھراس کے علم کی پیاس ختم نہ ہو؛ خواہ وہ اصطلاحی طالب علم ہو اور متعلم بن کر پڑھ رہا ہو، اور خواہ وہ اصطلاحی طالب علمی کے دور سے گزر گیا ہو اور معلّم واستاذ بن چکا ہو، ہر حالت میں اس میں علم کی طلب برقرار رہنی چاہئے۔ اور اگر کسی طالب علم کی علم کی طلب کا شوق پورا ہو گیا اور علم کی طلب باقی نہیں رہی تو وہ حقیقی طالب علم نہیں......اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ طالبِ علم اور طالبِ دنیا دو الگ الگ اور ایک دوسرے کے مدمقابل اشخاص وافراد ہیں، جو طالبِ علم ہوگا وہ طالبِ دنیا نہ ہوگا، اور جو طالبِ دنیا ہوگا وہ طالبِ علم نہ ہوگا۔ لہٰذا جو طالبِ علم ہو کر طالبِ دنیا ہو وہ حقیقی طالبِ علم نہیں۔

اور ایک بات اس حدیث میں قابل غور یہ ہے کہ طالبِ علم کو حدیث میں پہلے بیان فرمایا اور طالبِ دنیا کو بعد میں بیان فرمایا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اصل قابلِ توجہ چیز علم کی طلب ہے، دنیا کی طلب نہیں۔ علم کی طلب اچھی خصلت ہے اور دنیا کی طلب اس کے مقابلہ میں گھٹیا ہے......اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث کے ان جملوں کے ساتھ یہ اضافہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

یہ دونوں برابر نہیں ہیں؛ طالبِ دنیا کی تو سرکشی اور ضلالت وبدبختی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور طالبِ علم رضائے الٰہی کے حصول میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دونوں باتوں کی تائید میں یہ آیات پڑھیں:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى. اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (سورة العلق آيت نمبر ٦ و ٧)

یعنی انسان بڑا سرکش اور سرچڑھا ہے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورة فاطر آيت نمبر ٢٨)

یعنی اللہ تعالیٰ سے علم والے ہی ڈرتے ہیں [۱]

---

[۱] واخرجه (اى البيهقى فى المدخل) من وجه آخر عن ابن مسعود موقوفاً بزيادة ولا يستويان اما صاحب الدنيا فيمتادى فى الطغيان واما صاحب العلم فيزداد رضا الرحمن، ثم قرء عبدالله ''كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى'' وقال الآخر ''اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا'' (زيادة الجامع الصغير للسيوطى، حرف الميم)

Idara Ghufran

بہرحال جو صحیح معنیٰ میں طالب علم ہوتا ہے وہ ہمیشہ علم کی طلب و جستجو میں لگا رہتا ہے، جس طرح بھوکا اور پیاسا شخص اس وقت تک کھاتا پیتا رہتا ہے جب تک اس کی بھوک اور پیاس ختم نہ ہو۔

اور کھانے پینے کی خواہش تو ایک وقت میں کھاتے کھاتے مکمل ہو جاتی ہے، مگر علم اور دنیا کی طلب کی خواہش مکمل نہیں ہوتی، لہٰذا جس چیز کی خواہش مکمل نہیں ہوتی اس کے حصول اور جستجو کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس دعا کی تلقین فرمائی ہے۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً ''اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے''

اور یہ دعا ہر مسلمان کو مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، خواہ کوئی جاہل ہو یا عالم ہو، اور جوان ہو یا بوڑھا ہو، اور پھر کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا۔ اور سب سے پہلے اس دعا کا براہِ راست خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہوا،

کہ ''قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً'' ''آپ یہ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے''

تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت جن کے بارے میں کیا خوب کہا گیا ہے کہ ؎

''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

کو بھی اس دعا کی ہدایت ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے خزانۂ علم کی وسعت کے مقابلہ میں بہت محدود ہے۔

تو اس کے بعد اب کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میرا علم کامل اور مکمل ہو چکا ہے اور اب مجھے مزید علم کی ضرورت نہیں۔

بعض روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ:

''عالم کا علمِ دین سے پیٹ نہیں بھرتا یہاں تک کہ وہ جنت میں نہ پہنچ جائے'' [۱]

اندازہ لگائیے کہ جنت میں پہنچنے تک جب علمِ دین کی طلب سے پیٹ نہیں بھرتا، تو پھر اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ جنت میں جانے کے بعد کیونکہ بھوک و پیاس نہیں ہوگی، اس لئے وہاں یہ علم کی بھوک محسوس نہیں ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے علم کی طلب والا بنا دیں کہ جنت میں پہنچنے سے پہلے ہمارے دین کے علم کی بھوک ختم نہ ہو۔

---

[۱] اس کا حوالہ پیچھے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

میرے عزیز طالب علم بھائیو! علم بہت بڑی دولت اور نعمت ہے جس کو حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے، جتنا کہ ہم نے سمجھا ہوا ہے کیونکہ جتنی بڑی دولت ہوتی ہے، اس کو حاصل کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔

اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم کیا حدیث میں بیان کئے ہوئے اس معیار پر پورے اتر رہے ہیں یا نہیں؟ اس کا پتہ ہم اپنی حالت اور اپنے عمل سے اچھی طرح چلا سکتے ہیں؟

کیا ہم دین کے علم کی طلب اور جستجو میں اسی طرح راغب و طالب نظر آتے ہیں، جس طرح ایک بھوکا کھانے اور پیاسا پینے کی طلب اور جستجو میں راغب نظر آیا کرتا ہے، یا جب ہمیں بھوک پیاس لگی ہوئی ہو اس وقت کھانے پینے کی طرف رغبت کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اور دین کے علم کے متعلق ہماری کیا کیفیت ہے؟

پس ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ سچا طالبِ علم وہ ہے جسے دین کے علم کی دُھن ہو، بس ہر وقت اپنے علم میں اضافہ کی فکر اور جستجو میں لگا رہے، اپنے قیمتی اوقات کو فضول باتوں اور کاموں میں ضائع نہ کرے، بلکہ دین کے علم میں مشغول و مصروف رکھے۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ و فتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ (فی شمارہ 20 روپے)

سلسلہ نمبر 8 ''تحقیق کیفیت مسحِ رقبہ'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ...... (قسط ۱۶)

ادارہ غفران کا تعلیمی نظم

ادارہ غفران ٹرسٹ کے دینی خدمات کے مختلف شعبوں میں سے ایک تعلیم کا شعبہ بھی ہے۔ شعبہ تعلیم کا ابتدائی مرحلہ قرب و جوار کے بچوں کے لئے قاعدہ، ناظرہ اور دین کی بنیادی تعلیمات کے سلسلہ پر مشتمل ہے اس سلسلہ میں بچوں، بچیوں کے لئے مختلف اوقات میں الگ الگ پانچ جماعتیں ہیں، دوسرا مرحلہ شعبہ حفظ کی تعلیم کا ہے، حفظ کی تعلیم کے ساتھ بھی دین کی بنیادی تعلیمات اور شرعی مسائل واحکام کی تعلیم کی ترتیب ہے، حفظ کا کام بھی غالب درجے میں مقامی سطح تک ہے، حفظ میں داخلہ کے لئے پرائمری پاس ہونا ضروری ہے اور صحت تلفظ بھی شرط ہے ورنہ شعبہ قاعدہ سے گزارا جاتا ہے۔ تیسرا مرحلہ فاضل دینی درسیات (شعبہ کتب) کے پانچ سالہ نصاب کا ہے۔ اس شعبہ میں داخلہ کے لئے پرائمری پاس اور حافظ ہونا شرط ہے...... چوتھا مرحلہ مختلف اسلامی علوم وفنون میں تخصصات کا ہے جو فی الوقت صرف فقہ وفتاویٰ میں مشق وتمرین اور مطالعہ ومذاکرہ کی حد تک جاری ہے اور وہ بھی صرف ادارہ کے فضلاء کے لئے ہے۔

تیسرا مرحلہ یعنی دینی درسیات کا پانچ سالہ نصاب حضرت مدیر صاحب کی رہنمائی میں ادارہ کی مجلس شوریٰ کا خود تجویز کردہ ہے۔ ادارہ کے تعلیمی شعبے کے کسی مرحلے کا کسی تعلیمی بورڈ یا وفاق سے الحاق وانسلاک نہیں، ایک رضا کارانہ اور غیر رسمی سی ترتیب پر یہ سارا تعلیمی نظم چل رہا ہے اور مختصر سا سلسلہ قائم ہے۔

دینی درسیات کا یہ پانچ سالہ نصاب گذشتہ سات سالوں میں تجربہ کی چھلنیوں سے گزرتا آیا ہے۔ تعلیمی علوم وفنون تو نصاب میں متعین ہیں لیکن کتب اس طور پر متعین نہیں کہ ان میں کلی یا جزئی ترمیم نہ ہو سکے۔ اس لئے مفید سے مفید تر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر سال اسباق و کتب میں ردوبدل اور ترمیم کا عمل کسی نہ کسی درجے میں جاری رہتا ہے، بہتر سے بہتر کی تلاش کے اس سفر میں اب وہ مرحلہ آ چکا ہے کہ ہم اپنے پانچ سالہ نصاب کو مسوّدہ سے آگے بڑھا کر افادہ واستفادہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

اھل علم کی طرف سے دو تین سال پہلے سے وقتاً فوقتاً اس نصاب کی فراہمی کے تقاضے ہوتے رہے، بعض حضرات نے اس نصاب کے مسودے کی نقل بھی بغرض استفادہ ہم سے گذشتہ سالوں میں حاصل کی، اب موجودہ شکل میں جبکہ یہ پیش کیا جارہا ہے، تو مزید بعض جزوی ترامیم بھی وہ اس میں پائیں گے، اور آئندہ بھی اس طرح جزوی ترامیم اس نصاب میں ہوسکتی ہیں، کیونکہ پیش نظر یہ ہے کہ مختلف دینی علوم وفنون میں ہر علم وفن کو بحیثیت علم وفن سامنے رکھا جائے اور اس کے اخذ وحصول میں جتنی آسانی طرز تعلیم، طریقہ درس اور انتخاب لٹریچر سے ہوسکتی ہے اتنی کی جائے، گذشتہ مضمون میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کے حوالے سے، تعلیمی عمل کی بہترائی کے لئے تین بنیادی نکات ذکر ہوئے تھے **(الف)** تخفیف **(ب)** تیسیر **(ج)** محو وثبات یا اصلاح وترمیم۔ ہم نے اپنے تعلیمی نظم میں ان تینوں چیزوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ کسی بھی کتاب کوفن سکھانے سمجھانے کے لئے حرفِ آخر نہیں سمجھا۔ حتیٰ کہ علم حدیث میں بھی صحاح ستہ کی بجائے جمع الفوائد رکھی ہے جو صحاحِ ستہ کی چھ کتابوں اور ان کے علاوہ علمِ حدیث کی آٹھ مزید امہات الکتب کا حذف وتکرار کے ساتھ چار جلدوں میں وقیع مجموعہ ہے اور جمع الفوائد سے پہلے متن اعلاء السنن اور کتاب الاٰثار شامل کی ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ کسی فن کی کوئی مختصر اور قدرے جامع کتاب میں بچے کو چلاکر فن سے اسے واقف کیا جائے پھر دوسرے درجے میں کچھ تفصیل سے وہ علم وفن پڑھایا و مذاکرہ کرایا جائے اور اس کے بعد معلم کی نگرانی میں حسب ذوق واستعداد اس فن کی مختلف کتب کا جستہ جستہ مطالعہ کرایا جائے اور ان کا آپس میں مذاکرہ بھی چلتا رہے تاکہ بچے کی اپنی صلاحیتیں بیدار ہوں، اس کا ذہن کھلے اور فن کے زیادہ سے زیادہ لٹریچر سے وہ متعارف ہو اور بڑی یا چھوٹی کتابوں کا رعب وھیبت یا اجنبیت اس کے ذہن سے نکلے۔ حتیٰ کہ فقہ کی تدریس میں ہماری ترجیحات یہ ہوتی ہیں کہ استاد جو عملاً دارالافتاء سے بھی وابستہ ہوتا ہے ابتداء سے ہی درسی کتاب کے ساتھ موقع بموقع اردو فتاویٰ کے کسی مبحث یا تحقیق کے مطالعہ کا کام بھی طلبہ کرام کے ذمہ لگائے اور پھر اسی طریقہ سے استاد پڑھائے کہ بچہ اس موضوع پر چھا جائے اور قریبی اھل علم کے وقیع کام کو جو اردو میں مسائل پر بہت عمدگی سے ہوا ہے اس کا مطالعہ کرے اور روایت ودرایت کے اخذ کرنے اور اس کا ذوق اپنے اندر پیدا کرنے میں دلچسپی لے۔ اسی طرح تفسیر، فقہ، اصول وفتاویٰ کی عربی کتب کے مطالعہ کی بھی ہم آخری درجوں کے طلبہ کو عادت ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنی لائبریری اور دارالافتاء کے علمی ذخیرے کو اس غرض کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

قرآن مجید، احادیث اور فقہ و اصولِ فقہ کے علاوہ باقی اکثر علوم و فنون میں غالب حد تک اپنی ملکی و دیسی زبان اردو میں ہی بچے کو آگے چلانے کے قائل ہیں۔ آگے پھر عربی کتب بھی ہیں لیکن اس حد تک کہ بچہ فنون سے آشنا ہونے کے بعد وہاں پہنچے تو غالب حد تک خود اس کتاب میں چل سکے اور مطالعہ سے آگے نکل سکے، باقی جو قوی الاستعداد بچے ہوں ان کے لئے اس پانچ سالہ عمومی نصاب کے بعد تخصصات کی شکل میں جہاں تک وہ چاہیں آگے بڑھنے کے مواقع ہیں۔ عربی کو ایک تو بحیثیت زبان (Language) ہم نے الگ رکھا ہے اس کا الگ سبق زبان بحیثیت زبان پڑھایا جاتا ہے دوسرے قرآن و حدیث کے فہم کے لئے صرف و نحو اور لغت سے واقفیت کی ضرورت کے پیش نظر یہ فنون ہم پڑھاتے ہیں لیکن صرف و نحو کی اردو کتب شامل کی ہیں کہ ابتدائی درجے سے ہی اردو میں صرف و نحو کی کتب پڑھا کر قواعد کے اجراء کی مشق قرآن مجید یا کسی اور کتاب میں کرائی جاتی ہے، منطقیوں اور معقولیوں والی عربی کتب صرف و نحو جو دینی درسیات میں متداول ہیں وہ نہیں رکھیں کہ نہ ہمارے مختصر نصاب میں اس کی گنجائش ہے اور نہ ہم صرفی نحوی قواعد سمجھانے کے لئے عربی زبان کا اور پھر اس کے منطقی اسلوب کا محض اضافی بوجھ بچے پر ڈالنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، ہمیں بحمد اللہ اسی تجربہ پر اطمینان ہے کہ علم الصرف، علم النحو، اور مفتاح الصرف و مفتاح النحو وغیرہ اردو رسائل تمرینی و ترکیبی اجراء کے ساتھ پڑھا لئے تو صرف و نحو کے مقصد کے اعتبار سے ایک سال میں ہی حوصلہ افزاء نتائج حاصل ہو گئے ہم نہیں سمجھتے کہ معقولی طرز کی نحو کافیہ و جامی وغیرہ پڑھنے والے نحوی مقاصد میں اس سے آگے ہوں۔ ہاں اگر ذہنی لذت اور گرائمر جیسے خالص مشقی و تمرینی عمل میں منطقی قیل و قال بھی صرف و نحو کے لئے مقصد کا درجہ رکھتی ہے تو اس سے بلا شبہ ہم محروم ہیں لیکن ہمیں اس محرومی پر افسوس نہیں بلکہ خوشی ہے۔ ع

بخشو بی بلی! ہم لنڈورے ہی بھلے

یہی حال دیگر کئی فنون کا ہے، ہم نے صرف و نحو اور بغرض تعارف و فہم اصلاحات منطق و فلسفہ، کے ایک ایک دو دو رسائل ابتدائی درجوں میں ہی رکھ کر اور بقدر کفایت صرفی و نحوی تمرین کر کے آگے تین سال مقصودی علوم کے لئے فارغ کئے ہیں اور ان میں گھنٹوں اور اسباق کی ترتیب اور کتب کا انتخاب اپنی طرف سے اس طور پر کیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ علوم و فنون کو ان سالوں میں کھپانے کی گنجائش پیدا ہو۔ چنانچہ ہمارے اس پانچ سالہ نصاب میں ﴿بقیہ صفحہ ۱۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تذکرۂ اولیاء مولانا محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (بارہویں وآخری قسط)

سلسلہ نقشبندیہ کی سنہری کڑیاں

(۱)......شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ (ذکر ہو چکا ہے) (۲)......میاں جیونور محمد جھنجھانوی قدس سرہ (ذکر ہو چکا ہے) (۳)......حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ ولادت ۱۲۰۱ھ وفات ۱۲۴۶ھ (۴)......حضرت شاہ عبدالعزیز الدھلوی قدس سرہ ولادت ۱۱۵۹ھ وفات ۱۲۳۸ھ (۵)......حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ ولادت ۱۱۱۵ھ وفات ۱۱۷۶ھ (۶)......حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہ ولادت ۱۰۵۴ھ وفات ۱۱۳۱ھ (۷)......حضرت سید عبداللہ قدس سرہ (۸)......حضرت سید آدم بنوری قدس سرہ (۹)......حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ (۱۰)......حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۱۲ھ (۱۱)......حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہ ولادت ۹۱۸ھ وفات ۱۰۰۸ھ (۱۲)......حضرت خواجہ الدرویش محمد قدس سرہ وفات ۹۷۰ھ (۱۳)......حضرت خواجہ زاھد قدس سرہ وفات ۹۳۶ھ (۱۴)......حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ ولادت ۸۰۶ وفات ۸۹۵ھ (۱۵)......حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ وفات ۸۰۲ھ (۱۶)......حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ وفات ۸۰۲ھ (۱۷)......حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ ولادت ۷۱۸ھ وفات ۷۹۱ھ بانی سلسلہ نقشبندیہ (۱۸)......حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ وفات ۷۷۲ھ (۱۹)......حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ وفات ۷۵۵ھ (۲۰)......حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ پیدائش ۶۳۱ھ وفات ۷۱۵ھ (اور بھی اقوال ہیں) (۲۱)......حضرت خواجہ محمود ابی الخیر فغنوی قدس سرہ وفات ۷۱۵ھ (۲۲)......حضرت خواجہ سیدنا عارف دیوگری قدس سرہ ولادت ۵۵۱ھ وفات ۶۱۶ھ (۲۳)......حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ وفات ۵۷۵ھ (۲۴)......حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ ولادت ۴۴۰ھ وفات ۵۳۵ھ (۲۵)......حضرت خواجہ ابی علی فارمدی قدس سرہ ولادت ۴۰۷ھ وفات ۴۷۷ھ

(۲۶)......حضرت خواجہ ابوالقاسم قشیری کرگانی قدس سرہ وفات ۴۵۰ھ (۲۷)......شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ وفات ۴۲۵ھ (۲۸)......حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ ولادت ۱۳۲ھ وفات ۲۶۱ھ (۲۹)......حضرت شیخ جعفر صادق قدس سرہ ولادت ۸۰ھ وفات ۱۴۸ھ (۳۰)......حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات ۱۰۸ھ (طبقات ابن سعد) (۳۱)......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وفات ۳۶ھ (۳۲)......حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وفات ۱۳ھ (۳۳)......حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم الیٰ یوم الدین۔

نقشبندیہ کا یہ شجرہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور یہی معروف ہے۔لیکن ایک اور لڑی سے یہ سلسلہ نسبت بھی حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔وہ ہے شیخ ابوالقاسم قشیری (جو اس شجرہ مذکورہ میں چھبیسویں نمبر شمار میں آتے ہیں) کے واسطے سے خواجہ ابوعلی دقاق کی لڑی۔کیونکہ شیخ ابوالقاسم قشیری کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کے علاوہ شیخ ابوعلی دقاق سے بھی نسبت حاصل تھی اور شیخ ابوعلی دقاق کا سلسلہ نسبت یوں ہے، شیخ ابوعلی دقاق ان کے شیخ خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادی، ان کے شیخ خواجہ ابوبکر شبلی وفات ۳۴۲ھ، ان کے شیخ خواجہ جنید بغدادی وفات ۲۹۸ھ، ان کے شیخ خواجہ سری سقطی وفات ۲۵۳ھ ان کے شیخ خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ وفات ۲۰۰ھ ان کے شیخ خواجہ داؤد طائی رحمہ اللہ وفات ۲۰۶ھ ان کے شیخ خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ ان کے شیخ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ۔بعض روایات میں شیخ ابوالقاسم اور شیخ جنید کے درمیان کے تین مشائخ نیچے سے اوپر بالترتیب یہ ہیں شیخ عثمان مغربی، شیخ ابوعلی کاتب اور شیخ ابوعلی رودباری (آگے شیخ جنید بغدادی) اس طرح شیخ ابوالقاسم قشیری کی کئی نسبتیں ہو کر شجرہ اوپر جاتا ہے۔اس وجہ سے مختلف شجروں میں اوپر کے ناموں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔نیز خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ کی بھی دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت شیخ داؤد طائی سے جو ایک واسطہ سے حسن بصری تک پہنچتی ہے، دوسری شیخ علی بن موسیٰ رضا سے جو حضرت جعفر صادق کی وساطت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔اور شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کی خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ سے نسبت اویسی طریق پر ہے۔دوسری نسبت شیخ خرقانی کی خواجہ بسطامی سے یوں ہے۔شیخ خرقانی عن شیخ ابومظفر عن شیخ یزید عشقی، عن شیخ محمد مغربی عن شیخ بایزید بسطامی، اسی طرح برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مختلف خلفاء سے آگے الگ الگ نسبتیں جاری ہوتی ہیں۔ہمارے اس شجرہ میں جس کا مدار نیچے حضرت حاجی امداد اللہ

مہاجر مکی رحمہ اللہ پر ہے، یہ حضرت مجدد صاحب کی طرف آپ کے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری رحمہ اللہ کی وساطت سے پہنچتا ہے۔ دوسرا معروف سلسلہ حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی وساطت سے ہے جس میں نیچے خواجہ سیف الدین مجددی، خواجہ مظہر جانِ جاناں، خواجہ شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابوسعید وشاہ احمد سعید، حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، حضرت خواجہ عثمان دامانی علیہم الرحمہ معروف بزرگ ہیں۔

سلسلہ قادریہ کا شجرہ نسبت

(۱)......حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ **(۲)**......حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ **(۳)**......حضرت خواجہ عبدالرحیم ولایتی شہید رحمہ اللہ **(۴)**......حضرت خواجہ عبدالباری امروہی رحمہ اللہ **(۵)**......حضرت خواجہ عبدالہادی امروہی رحمہ اللہ **(۶)**......حضرت خواجہ عضدالدین امروہی رحمہ اللہ **(۷)**......حضرت خواجہ محمد مکی رحمہ اللہ **(۸)**......حضرت شاہ محمدی رحمہ اللہ **(۹)**......حضرت خواجہ محبّ اللہ الٰہ آبادی رحمہ اللہ **(۱۰)**......حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی رحمہ اللہ **(۱۱)**......حضرت خواجہ نظام الدین بلخی رحمہ اللہ **(۱۲)**......حضرت خواجہ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ پیدائش ۸۹۴ھ وفات ۹۸۹ھ **(۱۳)**...... حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ پیدائش ۸۵۲ھ وفات ۹۴۵ھ بمطابق ۱۵۳۷ء **(۱۴)**...... حضرت خواجہ محمد قاسم اودھی رحمہ اللہ **(۱۵)**......حضرت خواجہ سید بڈھن بہرائچی رحمہ اللہ **(۱۶)**......حضرت خواجہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ **(۱۷)**......حضرت خواجہ جلال الدین بخاری رحمہ اللہ **(۱۸)**...... حضرت خواجہ عبید بن عیسیٰ رحمہ اللہ **(۱۹)**......حضرت خواجہ عبید بن ابی قاسم رحمہ اللہ **(۲۰)**......حضرت خواجہ ابوالمکارم فاضل رحمہ اللہ **(۲۱)**......حضرت خواجہ قطب الدین ابوالغیث رحمہ اللہ **(۲۲)**......حضرت خواجہ شمس الدین علی افلخ رحمہ اللہ **(۲۳)**......حضرت خواجہ شمس الدین حداد رحمہ اللہ **(۲۴)**......حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ) **(۲۵)**......حضرت خواجہ ابوسعید مخزومی رحمہ اللہ **(۲۶)**......حضرت خواجہ ابوالحسن القرشی رحمہ اللہ **(۲۷)**......حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی رحمہ اللہ **(۲۸)**......حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ **(۲۹)**......حضرت خواجہ ابوبکر شبلی رحمہ اللہ وفات ۳۴۲ھ (ایک قول) **(۳۰)**......سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمہ اللہ وفات ۲۹۸ھ (ایک قول) **(۳۱)**......حضرت خواجہ سری سقطی رحمہ اللہ وفات ۲۵۳ھ

(۳۲)......حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ وفات ۲۰۰ھ (۳۳)......حضرت خواجہ داؤد طائی رحمہ اللہ وفات ۲۰۶ھ (۳۴)......حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ (۳۵)......حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ (۳۶)......حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ (۳۷)......آقائے نامدار حضور نبی کریم ﷺ الف الف مرۃ

سلسلہ سہروردیہ کا شجرہ طیبہ

(۱)......حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ (۲)......حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ (۳)......حضرت خواجہ عبدالرحیم ولایتی شہید رحمہ اللہ (۴)......حضرت سید عبدالباری امروہی رحمہ اللہ (۵)......حضرت خواجہ عبدالہادی امروہی رحمہ اللہ (۶)......حضرت خواجہ عضدالدین امروہی رحمہ اللہ (۷)......حضرت خواجہ محمد مکی رحمہ اللہ (۸)......حضرت شاہ محمدی رحمہ اللہ (۹)......حضرت خواجہ محبّ اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ (۱۰)......حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی رحمہ اللہ (۱۱)......حضرت خواجہ نظام الدین بلخی رحمہ اللہ (۱۲)......حضرت خواجہ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ پیدائش ۸۹۴ھ وفات ۹۸۹ھ (۱۳)...... حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ (۱۴)......حضرت سید اجمل بھرائچی رحمہ اللہ (۱۵)......حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ (۱۶)......حضرت سید رکن الدین ابوالفتح رحمہ اللہ (۱۷)......حضرت سید صدر الدین رحمہ اللہ (۱۸)......حضرت سید بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ (۱۹)......حضرت سید امام الطریقہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ بانی سلسلہ سہروردیہ (۲۰)......حضرت سید ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمہ اللہ (۲۱)......حضرت وجیہہ الدین سہروردی رحمہ اللہ (۲۲)......حضرت سید ابی محمد عبداللہ رحمہ اللہ (۲۳)......حضرت سید احمد الدینوری رحمہ اللہ (۲۴)......حضرت سید ممشاد علو دینوری رحمہ اللہ وفات ۲۹۸ھ (۲۵)......حضرت سید جنید بغدادی رحمہ اللہ (۲۶)......حضرت سید سری سقطی رحمہ اللہ (۲۷)......حضرت سید معروف کرخی رحمہ اللہ (۲۸)......حضرت سید داؤد طائی رحمہ اللہ (۲۹)......حضرت سید حبیب عجمی رحمہ اللہ (۳۰)......حضرت سید حسن بصری رحمہ اللہ (۳۱)...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۳۲)......آقائے نامدار صاحب لولاک نبی کریم ﷺ تسلیماً کثیراً کثیراً۔

تصوف کے چاروں معروف سلسلوں کا یہ شجرہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ کی نسبت سے یہاں درج کیا گیا، یہ ملحوظ رہے کہ ہر سلسلے میں نیچے سے اوپر تک ہر شیخ اور بزرگ کے عموماً کئی کئی خلفاء ہوئے ہیں اور کم وبیش ہر خلیفہ ونائب سے اپنے شیخ اور اس کے سلسلہ کا فیض آگے منتقل ہوتا رہا۔ اس طرح

روحانی نظام کا یہ سلسلۂ نسبت بھی ہر نسل میں شاخ در شاخ ہوتا اور ہر زمانے میں نئے برگ و بار لاتا چلا آ رہا ہے بعینہٖ جیسے شجرہ نسب میں اوپر ایک فرد سے نسل چلتی ہے اور نیچے ہر پشت میں پھیلتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے، ایک باپ کے چار بیٹے ہوں ہر بیٹے سے دو دو تین تین اولادیں ہوں پھر ان میں سے ہر ایک سے ایک سے زیادہ اولاد ہو تو ایک دو پشتوں میں یہی ایک دادا و پردادا کا خاندان ایک پورا قبیلہ بن جاتا ہے، پس تصوف کی ہر لڑی میں بھی ہر بزرگ کا عین ممکن ہے کہ دوسرا پیر بھائی بھی ہو بلکہ دسیوں پیر بھائی بھی ہوتے ہیں جو سب اوپر ایک ہی بزرگ سے نسبت حاصل کئے ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے پھر آگے کئی کئی مرید اور خلفاء ہوتے ہیں اس طرح ہر زمانے میں یہ متوازی لڑیاں جاری رہتی اور پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ پس مذکورہ سلسلوں میں بھی یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہر سلسلے کی یہی واحد لڑی نہیں جو درج ہوئی بلکہ نوع در نوع اور شاخ در شاخ متعدد لڑیاں ہوا کرتی ہیں جو اس سلسلے کے مختلف وابستگان اور خانوادوں میں اوپر تک جاتی ہیں کوئی کسی پشت میں جا کر دوسرے سے مل جاتا ہے کوئی کسی پشت میں، چنانچہ یہی دیکھ لیں کہ اوپر خواجہ حسن بصری ایک نام آتا ہے، ان کے خلفاء بھی انگلیوں پر ہی گنے جاتے ہیں لیکن پھر آگے ہزار بارہ سو سال میں نسل در نسل اس میں وہ وسعت ہوئی کہ دسیوں سلسلے بن گئے اور سارے عالم اسلام کو محیط ہو گئے اور اس عرصہ میں کروڑوں بندگانِ خدا ان بزرگوں کے فیض سے مالا مال ہو کر اصلاح یافتہ اور فلاح یافتہ ہو گئے اور اللہ کے مقرب بندے بن کر معراج انسانیت پا گئے۔ آج بھی ان سلسلوں کا فیض عالم اسلام میں جاری و ساری ہے، گو اس زمانہ میں ان سلسلوں کے نام پر جعل سازی بھی بہت ہو گئی اور نااہل و ہوا و ہوس کے پجاری اور بدعمل و بدعقیدہ لوگ بھی بزرگوں کا نام استعمال کر کے مختلف سلسلوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے ان خالص اصلاحی اداروں کو بدنام کر رہے ہیں لیکن بایں ہمہ اہل حق اور ان سلسلوں کے صحیح عاملین اور متبع سنت بزرگ بھی بحمد اللہ کچھ کم نہیں۔ بس سالکین کو پہچان پیدا کرنے کی ضرورت ہے، ؎

دنیا میں رہنا ہے تو پہچان پیدا کر　　لباسِ خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں

آدمی صحیح معنوں میں حق کا متلاشی ہو اور شریعت کی بنیادی معلومات اسے حاصل ہوں تو توفیق الٰہی خود ہدایت کی طرف اسے کشاں کشاں کھینچ لاتی ہے ؎

راہِ طلب میں جذبۂ کامل ہو جن کے ساتھ　　خود ان کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی
اتنا عظیم ہو جا منزل تجھے پکارے

نکتہ

قرآن مجید کی سورۃ محمد میں جنت کی چار قسم کی نہروں کا ذکر ہے، (۱) پاک وشفاف پانی کی نہر (۲) دودھ کی نہر (۳) شرابِ طہور کی نہر اور (۴) شہد کی نہر۔ بعض بزرگوں نے بطور تمثیل کے اصلاح کے ان چار سلسلوں کو ان چار نہروں سے تشبیہ دی ہے اور ان چاروں سلسلوں کا جو باہم مزاج و مذاق اور طریقہ کار کا اختلاف ہے۔ معنوی خو، بو اور ذائقہ کے اعتبار سے اسے ایسا ہی قرار دیا ہے جیسا اختلاف شہد، شراب طہور، دودھ اور پانی کے ذائقہ ومزاج کا ہے، مثلاً حضرات چشتیہ میں شوق ومحبت اور عشق ووارفتگی بہت زور کی ہوتی ہے۔ اس سلسلے کو مذکورہ چار نہروں میں شرابِ طہور کی نہر سے تشبیہ دی ہے، علی ھذا القیاس۔ ہمارے حضرت اقدس نواب قیصر صاحب دامت فیوضھم فرماتے ہیں کہ چشتیہ کا حال اس شعر کے مصداق ہے ؎

شمع زمن پروانہ زمن گل زمن آموخت
افروختن وسوختن وجامہ دریدن [1]

وہ آیت یہ ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ. فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی. وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ. كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (سورہ محمد آیت ۱۵) [2]

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

قبر سے جو میں اٹھ کے پکاروں قیصر ورضوان
بوسے لیں میرے لبوں کے مالک ورضوان دونوں

ختم شد: غلام بارگاہِ قیصر ورضوان: محمد امجد حسین ۲۲/۲/۳۸ھ

---

[1] سلگنا، جلنا اور کپڑے پھاڑنا شمع نے مجھ سے پروانہ نے مجھ سے اور پھول نے مجھ سے سیکھا۔

[2] ترجمہ: جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا (نہ بو میں نہ رنگ میں نہ مزے میں) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل پاک صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا (ترجمہ:۔ معارف القرآن ۳۲/۷)

پیارے بچّو! مفتی ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

کھانا کس طرح کھانا چاہئے

پیارے بچو! کھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ نعمت اگر ہمیں نہ ملے تو ہمارا زندہ رہنا مشکل ہے، ہمارے جسم کے لئے کھانے پینے کی خوراک ایسی ہے جیسا کہ گاڑی کے لئے پٹرول اور گیس ہے کہ جس طرح گاڑی میں پٹرول یا گیس ہوتا ہے تو گاڑی چلتی ہے ورنہ نہیں۔

اسی طرح ہماری زندگی کی گاڑی چلنے کیلئے اس کو خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ خوراک ہمیں کھانے پینے کی شکل میں حاصل ہوتی ہے۔

کھانا پینا اگر صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک طرح سے ہوتا ہے تو زندگی کی گاڑی بھی ٹھیک ٹھاک طرح سے یعنی صحت اور تندرستی کے ساتھ چلتی ہے اور اگر کھانے پینے میں گڑ بڑ ہوتی ہے تو زندگی کی گاڑی چلنے میں بھی گڑ بڑ ہوتی ہے یعنی انسان بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں جہاں کھانے پینے کی شکل میں خوراک کی ضرورت ہے اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اس خوراک کو ٹھیک ٹھیک طرح سے استعمال کریں۔

اب ہم تمہیں خوراک کو ٹھیک ٹھیک طرح سے استعمال کرنے کے بارے میں کچھ باتیں بتلاتے ہیں، کھانا پینا اس وقت کھانا چاہئے جب بھوک اور پیاس لگی ہوئی ہو بغیر بھوک اور پیاس کے کھانا پینا فائدہ نہیں دیتا بلکہ الٹا نقصان دیتا ہے۔ پھر ایک بھوک تو سچی ہوتی ہے اور ایک بھوک جھوٹی ہوتی ہے، جھوٹی بھوک میں بھی کھانا کھانے سے نقصان ہوتا ہے، جھوٹی بھوک اور سچی بھوک کی نشانی یہ ہے کہ سچی بھوک میں جو چیز بھی مل جائے چاہے سالن کے بغیر ہی روٹی ہو، انسان اس کو کھا کر بھی اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے اور ناز نخرے نہیں کرتا کہ یہ ہونا چاہئے تھا، بس جو کچھ بھی ملتا ہے نخرے اور ضد کے بغیر اس کو کھا کر اپنی بھوک مٹا لیتا ہے اور جھوٹی بھوک میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ جھوٹی بھوک میں انسان نہ جانے کیا کیا نخرے اور بہانے کرتا ہے کہ میں یہ چیز نہیں کھاتا اور وہ چیز نہیں کھاتا، مطلب یہ ہے کہ جھوٹی بھوک میں جو چیز کھانے کی موجود ہو اس کو کھانے سے بچتا ہے اور اپنی پسند کی چیزوں کو تلاش کرتا ہے، اس سے تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ جھوٹی اور

Idara Ghufran

سچی بھوک میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمہیں سچی اور جھوٹی بھوک میں فرق کا پتہ چل جائے اور اس کے بعد تم ہمیشہ سچی بھوک میں کھایا پیا کرو، جھوٹی بھوک میں نہ کھایا پیا کرو۔ اسی طرح بازار میں بکنے والی اول فول چیزیں، جیسے چیونگم ،ٹافیاں وغیرہ بھی صحت کو نقصان دیتی ہیں، ان کو بھی نہیں کھانا چاہئے۔ کھانے میں ناز نخرے کرنا اور کھانے کی چیزوں کو برا بھلا کہنا بہت بری بات ہے، دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس طرح عزت کے ساتھ سوکھی روٹی بھی کھانے کو نہیں ملتی، جتنی عزت سے ہمیں وقت پر روزانہ تازہ کھانا مل جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں وقت پر جو کچھ ملے اس پر اللہ کا شکر کرنا چاہئے۔ کھانا کھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اچھی طرح دھو لینا چاہئے، ہمارے ہاتھ ادھر ادھر کی چیزوں میں لگتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں میں طرح طرح کے جراثیم اور گندگی لگ جاتی ہے، اگر کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھوئے جائیں تو کھانے کے ساتھ جراثیم اور گندگی بھی ہمارے پیٹ میں چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ اس لئے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے انسان کئی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ کھانے میں برکت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں کیونکہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا طریقہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا ہے، اس لئے ہمیں اپنے پیارے نبی کے طریقہ پر چلنا چاہئے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو، اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو کھانے کے دوران جب بھی یاد آ جائے تو بسم اللہ اولہ، وآخرہ، پڑھ لیا کرو، یہ الفاظ یاد کر لو، بہت چھوٹے اور آسان ہیں۔ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بہت سے فائدے ہیں، ایک فائدہ یہ ہے کہ شیطان کھانے میں ساتھ شریک نہیں رہتا، ورنہ شیطان بھی شریک ہو جاتا ہے اور وہ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کے کھانے کو بھی خراب کرتا ہے۔

جب کھانا کھایا کرو تو سکون سے ایک جگہ بیٹھ کر کھایا کرو، چلتے پھرتے کھانا کھانا، یا مختلف جگہ بدل بدل کر کھانا کھانا بھی شریف اور اچھے لوگوں کا طریقہ نہیں۔

جب کھانا کھانے کیلئے بیٹھا کرو تو دستر خوان بچھا لیا کرو، دستر خوان بچھا کر کھانا کھانے کے بہت سارے فائدے ہیں اور یہ بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ کا طریقہ ہے۔

کھانا کھانے کے لئے اتنا سالن لینا چاہئے جتنا تم کھا سکو، زیادہ سالن لے کر بعد میں چھوڑ دینا بھی اچھی

بات نہیں، جو سالن بچا کر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ ضائع چلا جاتا ہے اور اللہ کے رزق کو ضائع کرنا گناہ کی بات ہے، جو سالن آپ نے بچا کر چھوڑ دیا ہے اگر وہ نکالا ہی نہ جاتا تو دوسرے کے کام میں آ جاتا تمہاری امی، ابو، بہن، بھائی یا کوئی اور کھالیتا اس لئے سالن اتنا لیا کرو جتنی تمہیں ضرورت ہے۔ اسی طرح روٹی بھی اتنی لیا کرو جتنی تم کھا سکتے ہو، روٹی کا لقمہ بناتے وقت بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ روٹی کو اس طرح توڑنا چاہئے کہ باقی روٹی صحیح سالم بچ جائے، روٹی کے ایک طرف سے لقمہ توڑ توڑ کر کھانا چاہئے۔ روٹی کے کئی ٹکڑے کر کے چھوڑ دینے سے بھی وہ روٹی ضائع ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جو روٹی کا حصہ ابھی کھایا نہیں ہے، اسے سالن کے ہاتھ لگا کر خراب نہیں کرنا چاہئے، اور روٹی سے جو ٹکڑا توڑ کر کھانا ہے وہ بہت بڑا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ چھوٹا ہونا چاہئے، بڑے بڑے لقمے بنا کر کھانے سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے، اسی طرح چاول یا کسی دوسری چیز کو کھائیں تو منہ میں نوالہ بڑا نہیں رکھنا چاہئے، اور جو چیز بھی کھائیں اسے دانتوں سے خوب چبا کر اور باریک کر کے کھانا چاہئے۔

کھانا اس طرح کھانا چاہئے کہ سالن وغیرہ کپڑوں کے اوپر نہ گرے، اور اپنے سامنے سے کھانے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر دوسرے لوگ بھی ساتھ کھا رہے ہوں تو اچھی چیز پر پہلے ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے، ورنہ تو دوسرے لوگ سمجھیں گے کہ تمہاری نیت خراب ہے اور تمہیں شاید اچھی چیز کھانے کو نہیں ملتی۔

کھانا کھاتے وقت ادھر ادھر اور دائیں بائیں دیکھنا یا دوسرے لوگوں کو کھانا کھاتے ہوئے تکنا بری بات ہے، کھانا کھاتے وقت اس بات کا خیال رکھو کہ کھانا کسی طرح بھی طرح سے ضائع نہ ہو، دسترخوان پر یا نیچے کوئی کھانے کا ذرہ نہ گرنے دو، اگر گر جائے تو اسے اٹھا کر کھالو، ہاں اگر گندہ ہو گیا ہو اور کھانے کے قابل نہ رہا ہو تو رہنے دو۔

کھانا بہت زیادہ نہ کھاؤ، بس اتنا کھاؤ کہ پیٹ بھر جائے اور کچھ تھوڑا بہت کھانے کو اور دل چاہ رہا ہو، زیادہ کھانے سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے، کھانا صحیح ہضم نہیں ہوتا، اور کئی بیماریاں ہو جاتی ہیں، کھانا کھاتے وقت بلاضرورت چپ چپ زبان نہ چلاؤ اور کھانے کی آواز نہ نکالو، اسی طرح کھانا کھاتے وقت بہت زیادہ باتیں بھی نہ کرو۔ جب کھانا کھا چکنے لگو تو برتن اچھی طرح صاف کر دیا کرو، اور ہاتھوں یا انگلیوں پر کچھ کھانے کا حصہ لگا ہو تو زبان سے چاٹ کر صاف کر لیا کرو، اور بعد میں ہاتھ بھی دھو لیا کرو، ہاتھ دھوئے بغیر اسی طرح چھوڑ دینا بری بات ہے، کیونکہ یہ ہاتھ کپڑوں پر بھی لگتے ہیں تو کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

نیم عریاں لباس پہننے کا گناہ

معزز خواتین! اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور دنیوی و اخروی مکمل کامیابی کے لئے جو آخری کتاب قرآن مجید کی شکل میں نازل فرمائی ہے اس میں یوں تو عقائد وعبادات، معاملات ومعاشرت اور اخلاق وغیرہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق بہت سارے احکام دیئے گئے ہیں اور اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے وہ سارے ہی احکام قابل عمل ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو وہ تمام احکام بنیادی طور پر دو قسموں پر مشتمل نظر آتے ہیں ایک مامورات دوسرے منہیات۔ مامورات سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے توحید ورسالت وغیرہ پر ایمان لانے کا حکم، نماز روزہ ادا کرنے کا حکم، حلال روزی کھانے کا حکم، بوقتِ ملاقات سلام کرنے کا حکم، صبر وشکر اور خلوص وغیرہ اختیار کرنے کا حکم۔ غرضیکہ تمام وہ امور جن کو بجا لانے کا حکم ہے ان کو مامورات کہا جاتا ہے۔ یہ قرآنی احکام کا پہلا بڑا حصہ ہے اور قرآن مجید کی اصطلاح میں ایسے امور کو معروف کہا جاتا ہے۔ معروف کا لغوی معنی ہے جانا پہچانا کام ہر قسم کی نیکی کو معروف اس لئے کہا گیا ہے کہ نزولِ قرآن کے دور کے پاکیزہ معاشرے میں نیکی کے کام عموماً جانے پہچانے ہوتے تھے اور نیکی کا کام ہوتے دیکھ کر کسی مسلمان کو اجنبیت اور اوپرا پن محسوس نہیں ہوتا تھا اور منہیات سے مراد وہ کام ہیں جن کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے شرک وبدعت کو چھوڑنے کا حکم ہے۔ معاملات میں سود اور جوئے سے بچنے کا حکم ہے۔ دوسرے کو تکلیف دینے، بدگمانی کرنے، دوسروں کو طعنہ دینے سے بچنے کا حکم ہے۔ تکبر، مال ودنیا کی حرص وہوس اور بخل واسراف وغیرہ کو چھوڑنے کا حکم ہے غرضیکہ اس طرح کے تمام وہ امور جنہیں چھوڑنے کا حکم ہے ان کو منہیات کہا جاتا ہے جو قرآنی احکام کا دوسرا بڑا حصہ ہے اور قرآن مجید کی اصطلاح میں ان کو منکر کہا جاتا ہے۔ منکر کا لغوی معنی ہے، عجیب، اجنبی، اوپرا وغیرہ۔ گناہوں کو منکر اس لئے کہا گیا ہے کہ نزولِ قرآن کے دور کے پاکیزہ معاشرے میں برا کام بڑا انوکھا یا غیر مانوس سمجھا جاتا تھا۔

قرآن مجید میں متعدد آیات میں معروف اور منکر باہم مقابل استعمال ہوئے ہیں اور اسی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآنی اصطلاح بھی سمجھ میں آتی ہے جس کا مفہوم بھلی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا ہے۔ مکمل دیندار بننے کے لئے جس طرح معروفات یعنی نیک کاموں کا بجالانا ضروری

ہے اسی طرح منکرات یعنی برے کاموں سے بچنا بھی ضروری ہے۔آجکل ہمارے معاشرے میں منکرات کا ایک سیلاب ہے جو معدودے چند افراد کے سوا باقی سب کو خس وخاشاک کی طرح اپنے ساتھ بہائے چلا جارہا ہے بظاہر متقی اور دیندار نظر آنے والے مرد وخواتین بھی کئی طرح کے منکرات میں مبتلا دیکھے گئے ہیں ضرورت تو سبھی منکرات سے حفاظت پر کلام کرنے کی ہے لیکن سر دست ایک ایسے منکر سے متعلق گفتگو کرنے کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جس میں بکثرت خواتین مبتلا ہیں اور خود گنہگار ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی متعدد افراد کو گناہ میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور وہ گناہ ہے عریانی کا۔اس سلسلے میں سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جائیگی پھر اس کی تشریح کے ضمن میں عریانی کی جدید شکلیں بتائی جائیں گی

جنت کی خوشبو سے بھی محروم خواتین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث روایت فرمائی ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے دوزخ میں جانے والے لوگوں کی دو ایسی جماعتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کو آپ ﷺ نے نہیں دیکھا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کا وجود نہیں تھا بعد میں ان کا ظہور ہوا ان میں ایک جماعت ایسی عورتوں کی ارشاد فرمائی کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ننگی ہونگی اجنبی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہونگی ان کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہونگے اس کے بعد فرمایا کہ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہونگی نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی اور اس میں شک نہیں کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے (مسلم شریف ج۲ص ۲۰۵)

جہنمی خواتین کی چند خامیاں

اس حدیث شریف سے جہنمی خواتین کی چند خامیاں بھی معلوم ہوئیں اور ایسی خواتین کا جنت بلکہ جنت کی خوشبو تک سے محروم ہونا بھی معلوم ہوا۔چنانچہ سب سے پہلی خامی یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ وہ ایسی عورتیں ہونگی جو لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ننگی ہونگی۔

عریانی کی مروج شکلیں

بظاہر یہ بات قابل تعجب ہے اس لئے کہ لباس پہننے اور ننگا ہونے میں تضاد ہے لیکن آجکل کے ماحول میں

اس کی کئی شکلیں پائی جاتی ہیں چنانچہ ایک شکل تو یہ ہے کہ بدن پر لباس مختصر ہو اور بدن کا اکثر حصہ ننگا ہو یا بدن کا وہ حصہ ننگا ہو جس کو شرم وحیا والی عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں۔ مثلاً ایسی قمیض پہنی ہو کہ اس میں بازو ننگے ہوں یا گریبان کھلا ہو جس سے گردن اور سینہ نظر آ رہا ہو۔ یا شلوار اس قدر چھوٹی ہو کہ پنڈلیاں نظر آ رہی ہوں جیسا کہ مغربی ممالک کی فیشن پرست خواتین کا لباس ہوتا ہے یا ہندوستان وغیر بعض ممالک میں ساڑھی اس انداز سے پہنی جاتی ہے کہ بدن کا وہ حصہ ننگا رہتا ہے جس کے چھپانے کا حکم ہے یا اس کی ایک اور شکل آجکل ہمارے اپنے ملک پاکستان میں بہت عام ہو چکی ہے اور بکثرت خواتین محض فیشن کی وجہ سے اس میں مبتلا ہیں اور وہ یہ کہ عورتیں اپنی شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھتی ہیں جس کی وجہ سے پنڈلیوں کا نچلا حصہ دکھائی دیتا رہتا ہے یہ عجیب الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ عورتیں شلوار ٹخنوں سے اونچا رکھنے لگی ہیں حالانکہ ان کے لئے شرعی حکم یہ تھا کہ وہ اپنی شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھیں کہ وہ پردے کی مکلّف ہیں اور اس کے برعکس مرد اپنی شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر رکھتے ہیں حالانکہ انہیں یہ حکم ہے کہ وہ اپنی شلوار ٹخنوں سے اونچی رکھیں چنانچہ حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ ''مومن کی لنگی آدھی پنڈلیوں تک ہوتی ہے اور آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے درمیان رہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو اس سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے...... یہ بات تین بار فرمائی...... اور اللہ تعالیٰ نظر نہیں فرمائیں گے قیامت کے دن اس شخص کی طرف جو از راہ تکبر اپنی چادر گھسیٹ کر چلتا ہو (موطا امام مالک ص ۳۶۷، ابوداؤد، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۳۷۴)

ایسی سخت وعید ہونے کے باوجود بہت سارے مرد محض فیشن کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتے اسی طرح بہت ساری خواتین اس کے برعکس کرتی ہیں۔

لباس پہنا ہونے کے باوجود ننگا ہونے کی دوسری شکل یہ ہے کہ ایسا چست لباس پہنا جائے جس سے اعضاء کی بناوٹ اور جسم نمایاں دکھائی دے۔ تو اس صورت میں اگرچہ لباس تو پہنا ہوا ہے لیکن لباس کا مقصد پورے طریقے سے حاصل نہیں ہو رہا اس لئے کہ لباس کا مقصد تو اپنے ستر اور چھپائے جانے والے اعضاء کا دوسروں کی نظروں سے چھپانا ہے لیکن یہاں خود لباس ہی کی وجہ سے وہ اعضاء نمایاں نظر آ رہے ہیں جن کے چھپانے کے لئے لباس پہنا جاتا ہے تو گویا پہننا نہ پہننا برابر ہے۔ اس شکل کی عریانی میں بھی بکثرت خواتین مبتلا ہیں۔ بدن کے ساتھ پیوست رہنے والا لباس خصوصی اہتمام کے ساتھ سلوایا جاتا ہے اور ڈھیلا ڈھالا لباس ایسی ماڈرن خواتین کو ایک نظر نہیں بھاتا بلکہ لباس سے بڑھ کر اب برقعے تک میں یہ

اہتمام ہوتا ہے کہ وہ چست اور بدن کے ساتھ پیوست ہو جس سے لباس اور برقعے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے حالانکہ شرعاً خواتین کا لباس اور برقعہ ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس سے اجنبی مردوں کے سامنے اس کے بدن کا حجم وغیرہ بھی نمایاں نہ ہو، تا کہ پردے کے تقاضے مکمل طریقے سے پورے ہوسکیں۔

لباس پہنا ہونے کے باوجود ننگا ہونے کی تیسری شکل یہ ہے کہ اتنا باریک لباس پہنا جائے کہ لباس پہننے کے باوجود بدن جھلک رہا ہو تو اس طرح کے لباس سے بھی چونکہ بدن پوری طرح نہیں چھپتا اس لئے یہ بھی ایک طرح کی عریانی ہے اسی کی ایک شکل یہ ہے کہ بعض خواتین برقعے کا نقاب بہت باریک رکھتی ہیں جس کی وجہ سے چہرے کا حسن و جمال اور خدوخال نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس شکل کی عریانی میں بھی متعدد خواتین آجکل مبتلا ہیں۔ اسی سے ملتی جلتی ایک خامی یہ ہے کہ بعض خواتین برقع کا نقاب ایسے انداز سے اوڑھتی ہیں کہ آنکھیں کھلی رکھنے کے بہانے چہرے کا کچھ حصہ بھی ننگا چھوڑ دیتی ہیں جو ایک طرح کی بے پردگی اور گناہ ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

غرضیکہ لباس پہنا ہونے کے باوجود برہنہ ہونے کی ایک سے زیادہ شکلیں ہیں ان میں سے جس شکل میں بھی کوئی خاتون مبتلا ہوگی وہ شرعاً عریانی کے گناہ کی مرتکب ہوگی جو بہت سخت گناہ ہے اور نہ صرف یہ کہ عورت خود ہی گنہگار ہوگی بلکہ کئی مردوں کو بدنظری کے گناہ میں مبتلا کرنے کا سبب بھی بنے گی جس سے گناہ کی قباحت میں شدت آجاتی ہے اس لئے کہ جس طرح خود کوئی ناجائز کام کرنا گناہ ہے اسی طرح کسی ناجائز کام کا سبب بننا بھی گناہ ہے چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی (بیہقی فی شعب الایمان) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح اجنبی خواتین کو دیکھنے والے مرد لعنت کے مستحق ہیں اسی طرح وہ خواتین بھی لعنت کی مستحق ہیں جو بغیر پردے کے یا ایسا برقعہ پہن کر جس سے پردے کے تقاضے پورے نہ ہوتے ہوں یا مختصر اور نیم عریاں لباس پہن کر بازار، پارک یا کسی اور جگہ چلی جاتی ہیں یا گھر ہی میں غیر مردوں مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، ماموں زاد، تایا زاد، پھوپھی زاد یا خالہ زاد وغیرہ کے سامنے آجاتی ہیں۔ اسی طرح دروازے یا کھڑکی سے چہرہ باہر نکال کر تاکتی جھانکتی ہیں یا چھت پر چڑھ کر اجنبی مردوں کو دیکھنے کا موقع دیتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث شریف میں جہنمی خواتین کی ایک خامی تو یہ ارشاد فرمائی گئی کہ وہ لباس پہنا ہونے کے باوجود عریاں ہونگی جس

کی تفصیل گذشتہ سطور میں عرض کی گئی جس سے ایسی خواتین کا کئی طرح کے منکرات میں مبتلا ہونا معلوم ہوا۔

جہنمی خواتین کی دوسری خامی

دوسری خامی حدیث پاک میں یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہونگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیم عریاں لباس پہننے سے ان خواتین کا مقصد یہ ہوگا کہ اجنبی مردان کو دیکھیں، ان کے قریب ہونے کی کوشش کریں اور ان سے باتیں کرنے کی خواہش کریں۔ مائل ہونے سے مراد یہ ہے کہ خود ایسی عورتیں بھی اجنبی مردوں سے رابطہ کی کوشش کرتی ہیں اور اپنے بوائے فرینڈز سے فون پر یا ویسے ہی بات چیت کرنے کی خواہش لئے ہوئے ہوتی ہیں نیز مردوں کے مجمع میں بلا جھجک گھسی چلی جاتی ہیں تو گویا وہ خود اجنبی مردوں کی طرف مائل ہونے والی ہیں۔

جہنمی خواتین کی تیسری خامی

پھر یہ فرمایا کہ ان کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہونگے اس کا مطلب ومصداق یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فیشن کے طور پر اپنے بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے ایک خاص ڈیزائن کے ساتھ باندھیں گی جس سے بال نمایاں نظر آئیں گے۔ یہ بھی ایسی خواتین کا اجنبی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ایسی خواتین کی محرومی

یہاں تک جہنمی خواتین کی چند خامیاں بیان فرمائی گئی ہیں اس کے بعد ان کی سزا ارشاد فرمائی کہ ایسی عورتیں جنت میں نہ تو داخل ہونگی اور نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی پھر فرمایا کہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے اس حدیث میں اس مسافت کا ذکر نہیں ہے جس کی دوری سے جنت کی خوشبو سونگھی جاسکتی ہے البتہ بعض روایاتِ حدیث میں ہے کہ جنت کی خوشبو سو برس کی مسافت سے سونگھی جاتی ہے (الترغیب)

یعنی جتنا فاصلہ سو برس کی مدت میں طے ہوسکتا ہے اتنے فاصلے سے جنت کی خوشبو آنا شروع ہو جائیگی لیکن یہ بدنصیب خواتین ایسی محروم ہونگی کہ جنت سے اتنا قریب بھی نہ ہونگی کہ اس کی خوشبو ہی سونگھ سکیں العیاذ باللہ

خلاصہ یہ کہ معاشرے میں رائج بہت سارے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ نیم عریاں لباس پہننے کا گناہ ہے جس کی متعدد شکلیں ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ جس طرح اور گناہوں سے بچنا ضروری ہے اسی طرح اس گناہ سے بچنے کا بھی خواتین کو اہتمام کرنا چاہئے۔ واللہ الموفق

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

جرابوں اور موزوں پر مسح کا شرعی حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱)......آج کل بعض لوگ وضو کے دوران اونی (سوتی؟) یا نائیلون کے موزوں پر مسح کر لیتے ہیں اور اسی حال میں نماز پڑھ لیتے ہیں؛ اور کہتے ہیں کہ حدیث میں جرابوں پر مسح کرنے کا ذکر آیا ہے لہٰذا جرابوں پر مسح کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں

(۲)......اور موزوں پر مسح کرنے کے مسائل بھی تحریر کر دیں تا کہ سب لوگوں کو فائدہ ہو؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

وضو میں پیر دھونے کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے

قرآن مجید سے وضو میں پیروں کا دھونا ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَاقُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ(سورة مائدة آیت ٦)

مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تمہارا اس وقت وضو نہ ہو تو تم اس طرح وضو کے فرائض پورے کرو کہ اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ اور اپنے سروں پر بھیگا ہاتھ پھیرو، اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

اس قرآن مجید کے ارشاد میں وضو میں پاؤں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ پاؤں پر مسح کرنے کا، قرآن مجید کی اس آیت کا تقاضا یہ تھا کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں اور ان پر مسح کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو، اگر چہ کسی نے چمڑے کے موزے بھی پہنے ہوئے ہوں تب بھی ان پر وضو کے دوران مسح کی اجازت

نہ ہو (فقہی مقالات جلد۲ صفحہ۱۲ بتغیر)

خفین پر مسح کا حکم متواتر احادیث سے ثابت اور اجماعی ہے

لیکن اگر کسی نے وضو کر کے خفین یعنی چمڑے کے موزے پہن لیے ہوں تو ان پر وضو کی ضرورت پڑنے پر مسح کرنا پوری امت کے نزدیک جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا جائز ہونا حضور ﷺ کے قول وفعل سے ایسے تواتر اور کثرت کے ساتھ ثابت ہے، جس کا انکار ممکن نہیں اگر خفین پر مسح کی اجازت پر دو چار صحیح حدیثیں ہوتیں تب بھی قرآن مجید کے مذکورہ واضح اور صاف حکم کے ہوتے ہوئے خفین پر مسح کی اجازت نہ ہوتی۔

کیونکہ متواتر درجہ سے نیچے کی احادیث سے قرآن مجید کے کسی حکم میں اس طرح کی قید لگانا جائز نہیں ہوتا لیکن کیونکہ خفین پر مسح کی احادیث اپنی حقیقت ومعنیٰ کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ [۱]

اس لیے ان متواتر احادیث کی وجہ سے پوری امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے، جب خفین (یعنی چمڑے کے موزے) نہ پہنے ہوں اور اگر خفین (یعنی چمڑے کے موزے) پہن رکھے ہوں تو اس صورت میں وضو کے دوران ان پر مسح کرنا جائز ہوگا (فقہی مقالات جلد دوم صفحہ۱۲ بتغیر)

اسی لیے مسئلہ ہے کہ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس کا انکار کرنے والا بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔ البتہ مسح کو جائز سمجھ کر پھر کوئی موزہ اتار کر پاؤں دھوئے تو افضل ہے۔ لیکن کسی ایسی جگہ میں ہو جہاں کے لوگ موزوں پر مسح کو جائز نہ سمجھتے ہوں تو وہاں مسح کرنا افضل ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ بخاری شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

> وقد صرح جمع من الحفاظ بان المسح على الخفين متواتر وجمع بعضهم رواته فجاوزوا الثمانين ومنهم العشرة ،وفی ابن ابی شیبة وغیره عن الحسن البصری :حدثنی سبعون من الصحابة بالمسح على الخفين (فتح الباری ج ا ،کتاب الوضوء،باب المسح على الخفين)

ترجمہ: ”حدیث کے حفاظ کی ایک بڑی جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ خفین پر مسح کا حکم متواتر ہے، بعض حضرات نے خفین کے مسح کی روایت کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کو جمع کیا تو ان کی تعداد اسی سے بھی زیادہ تھی، جن میں عشرۂ مبشرہ بھی شامل ہیں،

---

[۱] متواتر اُس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو روایت کرنے والوں کی ہر زمانے میں اتنی تعداد ہو کہ عقل ان کے جھوٹے ہونے کو تسلیم نہ کرے

اور ابنِ ابی شیبہ وغیرہ نے عظیم تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے ستر صحابۂ کرام نے خفین پر مسح کی حدیث بیان کی ہے'' (ترجمہ ختم)

ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکوٰۃ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الحسن البصری ادرکت سبعین نفرامن الصحابة یرون المسح علی الخفین ولهذا قال ابوحنیفة ماقلت بالمسح حتی جاء نی فیه مثل ضوء النهاروقال الکرخی اخاف الکفر علی من لایری المسح علی الخفین لان الآثارالتی جاء ت فیه فی حیز التواتر وبالجملةمن لایری المسح علی الخفین فهومن اهل البدع والاهواء(المرقاة ج۲ ص۷۷)

ترجمہ: ''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے ستر ایسے صحابہ کو پایا جو خفین پر مسح کے قائل تھے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے فرمایا کہ میں خفین پر مسح کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس اس کے دلائل اس حد تک واضح و روشن نہیں ہوئے جس طرح دن کی روشنی ہوتی ہے، اور امام کرخی نے فرمایا کہ جو شخص خفین پر مسح کے جائز ہونے کا عقیدہ نہ رکھے اس پر مجھے کفر کا خوف ہے، کیونکہ خفین پر مسح کے بارے میں جو احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں وہ تواتر کے درجہ میں ہیں، غرضیکہ جو شخص خفین پر مسح کا قائل نہ ہو تو وہ بدعتی اور ہواء پرستوں میں سے ہے'' (ترجمہ ختم)

محدثِ کبیر شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ ترمذی کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

ان المسح علی الخفین سنة قائمة وشریعة صحیحة لاینکرها الامبتدع، وهو مذهب العلماء من السلف والخلف کافة،لم ینکروه الا الخوراج والامامیة ، ونقل ابن المنذر عن المبارک قال: لیس فی المسح علی الخفین عن الصحابة اختلاف لان کل من روی عنه منهم انکاره فقد روی عنه اثباته اه،قال ابن عبدالبر: لااعلم روی عن احد من فقهاء السلف انکاره الا عن مالک مع ان الروایات الصحیحة عنه مصرحة باثباته اه(معارف السنن ج۱ ص۳۳۱)

ترجمہ: ''بلاشبہ خفین پر مسح ایک مضبوط سنت اور صحیح شریعت سے ثابت ہے اس کا انکار سوائے بدعتی کے اور کوئی نہیں کر سکتا، اور علمائے سلف اور خلف سب کا یہی مذہب ہے، اس کا انکار سوائے خارجیوں اور امامیوں کے اور کسی نے نہیں کیا، اور امام ابن المنذر نے محدث ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ خفین پر مسح کے جائز ہونے میں صحابہ کا کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ ان میں سے جس سے اس کا انکار مروی ہے اسی کے ساتھ اس کا اثبات بھی مروی ہے، ابن عبدالبر نے فرمایا: کہ میں نہیں جانتا کہ فقہائے سلف میں سے کسی

سے خفین پر مسح کا انکار مروی ہو سوائے امام مالک کے،لیکن امام مالک سے صحیح روایات خفین پر مسح کے اثبات کی تصریح کرتی ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

راہ ابوحنیفة من شرائط اھل السنة والجماعة فقال: نحن نفضل الشیخین ، ونحب الختنین ونری المسح علی الخفین ومثلہ روی عن مالک بن انس ایضا(معارف السنن ج ا ص ۲۳۲)

ترجمہ:’’امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خفین پر مسح کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی شرائط میں سے سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں: ہم شیخین (یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو فضیلت دیتے ہیں اور ختنین (یعنی حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے ہیں،اور خفین پر مسح کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں،اوراسی طرح حضرت مالک بن انس سے بھی مروی ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

اور مفسر علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

والاصل فیہ انہٗ قد ثبت ان مراد الاٰیة الغسل علیٰ ما قدمنا‘ فلو لم ترد الاٰثار المتواترة عن النبی ﷺ فی المسح علی الخفین لما اجزنا المسح، فلما وردت الاٰثار الصحاح واحتجنا الیٰ استعمالھا مع الاٰیة استعملنا ھا معھا علیٰ موافقة الاٰیة فی احتمالھا المسح وترکنا الباقی علیٰ مقتضی الاٰیة ومرادھا و لما لم ترد الاٰثار فی جواز المسح علی الجوربین فی وزن ورودھا فی المسح علی الخفین ابقینا حکم الغسل علی مراد الاٰیة ولم ننقلہ عنہ (احکام القرآن جصاص الجزء الثانی، المسح علی الجوربین)

ترجمہ:’’اس سلسلے میں قاعدے اوراُصول کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت کی مراد سے پاؤں کا دھونا ثابت ہوتا ہے،جیسا کہ پیچھے گزرا؛ لہٰذا اگر حضور ﷺ سے خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح کی متواتر احادیث ثابت نہ ہوتیں تو ہم خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح کو جائز قرار نہ دیتے۔لیکن جب صحیح احادیث وآثار اس سلسلہ میں سامنے آئے اور ہم ان کو قرآن مجید کی آیت کے ساتھ استعمال واختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تو ہم نے ان احادیث وآثار کو قرآنی آیت کے ساتھ اس طرح اختیار کیا کہ آیت مسح کا احتمال رکھتی تھی،اس کی موافقت ہوگئی اور باقی کو ہم نے قرآنی آیت کے اصل مقتضیٰ ومراد (یعنی دھونے کے حکم) پر رہنے دیا۔اور کیونکہ جوربین (کپڑے کے عام موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں جس وزنی طریقے سے خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث مروی ہیں؛اس لیے ہم نے وہاں قرآنی آیت کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے

حکم کو برقرار رکھا ہے اور اس حکم کو دوسری چیز کی طرف منتقل نہیں کیا'' (ترجمہ ختم)

اور مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

قلت :الاصل هوغسل الرجلين كماهوظاهرالقرآن والعدول عنه لايجوزالا باحاديث صحيحة اتفق على صحتهاائمة الحديث كأحاديث المسح على الخفين فجازالعدول عن غسل القدمين الى المسح على الخفين بلاخلاف.وامااحاديث المسح على الجوربين ففى صحتها كلام عندائمة الفن كماعرفت،فكيف يجوزالعدول عن غسل القدمين الى المسح على الجوربين مطلقاً والى هٰذا اشارمسلم بقوله لايترك ظاهرالقرآن بمثل ابى قيس وهزيل انتهىٰ.فلاجل ذالک اشترطواجوازالمسح على الجوربين بتلك القيود ليكونافى معنى الخف ويدخلاتحت احاديث الخفين ،فرأى بعضهم ان الجوربين اذاكانامجلدين كانافى معنى الخفين ورأى بعضهم انهمااذاكان منعلين كانافى معناهما،وعندبعضهم انهمااذاكاناصفيقين ثخينين كانافى معناهماوان لم يكونامجلدين ولامنعلين (تحفة الاحوذى جلد ا صفحه ۳۳۳،باب ماجاء فى المسح على الجوربين والنعلين)

ترجمہ: ''میں کہتا ہوں کہ اصل حکم تو (وضو کے دوران) پاؤں دھونے کا تھا جیسا کہ قرآن مجید کے ظاہر کا تقاضا ہے، اور قرآن مجید کے اس حکم سے عدول سوائے ایسی صحیح احادیث کے جائز نہیں، جن پر ائمہ احادیث نے اتفاق کیا ہو، جیسا کہ خفین پر مسح کی احادیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، لہٰذا پیروں کے دھونے کے حکم سے خفین پر مسح کی طرف عدول کرنا بلاکسی اختلاف کے جائز ہے۔ اور جرابوں پر مسح کی احادیث کے صحیح ہونے میں ائمہ فن نے کلام کیا ہے، جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں، لہٰذا پیروں کے دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑ کر جرابوں پر مسح کو علی العموم کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے، اور اسی کی طرف مسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ قرآن کے ظاہر کو ابو قیس اور ہزیل جیسے لوگوں کی وجہ سے (جنھوں نے جرابوں پر مسح کی روایت بیان کی ہے) کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔

پس اس وجہ سے علماء وفقہاء نے جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے لئے یہ قیدیں (اور شرطیں) لگائی ہیں تاکہ جرابیں چمڑے کے موزوں کے درجہ میں آجائیں اور خفین (چمڑے کے موزوں) کی احادیث کے تحت داخل ہوجائیں، پس بعض فقہاء نے دیکھا کہ جب جرابوں کے اوپر چمڑا چڑھا دیا جائے تو وہ خفین کے درجہ میں آجاتی ہیں، اور بعض نے دیکھا کہ جب تلوے یا جوتے پہنے جانے والے حصہ پر چمڑا چڑھا دیا جائے تو خفین کا درجہ حاصل کرلیتی ہیں اور بعض فقہا

Idara Ghufran

کے نزدیک جب وہ موٹی ومضبوط اور سخت ہوں (کہ پہن کر چلنے سے پھٹیں نہیں، ان میں پانی آسانی سے جذب نہ ہو اور وہ اپنی سختی کی وجہ سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہری رہیں) تو خفین کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اگرچہ ان کے اوپر ٹخنوں تک یا اس سے کم حصے میں چمڑا نہ چڑھایا گیا ہو'' (ترجمہ ختم)

مسح کے اعتبار سے موزوں کی تین قسمیں

جن موزوں پر مسح جائز ہے اور جن پر مسح جائز نہیں؛ اس اعتبار سے اصولی انداز میں ان موزوں کی تین قسمیں بنتی ہیں:

(۱)...... چمڑے کے موزے جنہیں خفین کہا جاتا ہے **(۲)**...... وہ موزے جو چمڑے کے تو نہیں ہیں، لیکن ان میں موٹے ہونے کی بناء پر اوصاف چمڑے ہی کے پائے جاتے ہیں۔

(۳)...... وہ باریک موزے جو نہ چمڑے کے ہوں اور نہ ان میں چمڑے کے اوصاف پائے جاتے ہوں جیسے آج کل کے مروّجہ سوتی، اونی یا نائیلون کے موزے (فقہی مقالات جلد دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵ بتغیر)

اب ذیل میں اس تینوں قسم کے موزوں اور ان کے احکام کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

(۱)...... حقیقی خُفّین اور ان پر مسح کا جواز

خفین عربی زبان کا لفظ ہے، خفین اصلاً چمڑے کے موزوں کو کہا جاتا ہے، اور متواتر احادیث سے خفین یعنی چمڑے کے موزوں پر مسح کا ثبوت موجود ہے، اسی لئے چمڑے کے موزوں پر مسح کے جائز ہونے پر سارے مجتہدین ائمہ کا اتفاق ہے؛ لیکن چمڑے کے علاوہ کپڑے کے موزوں کے بارے میں اس طرح احادیث کا تواتر موجود نہیں ہے۔ لہٰذا مسح کا اصل حکم تو خفین یعنی چمڑے کے موزوں کے ساتھ ہی مخصوص رہے گا اور چمڑے کے موزوں کو ہی حقیقی خفین قرار دیا جائے گا، ان کے مقابلہ میں کپڑوں کے موزوں کو حقیقی خفین نہیں کہا جائے گا (فقہی مقالات جلد دوم صفحہ ۱۴ بتغیر)

(۲)...... حکمی خفین اور ان پر مسح کا جواز

البتہ جو موزے چمڑے کے نہ ہوں بلکہ کپڑے کے ہوں لیکن وہ اتنے موٹے ومضبوط ہوں کہ وہ اپنی خصوصیات اور اوصاف میں چمڑے کے ہم پایہ ہوگئے ہوں تو ایسے موزوں پر مسح کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے؛ بعض حضرات نے فرمایا کہ کیونکہ مسح کرنا تواتر کے ساتھ صرف خفین (چمڑے کے

موزوں)پر ہی ثابت ہے، اس لیے چمڑے کے علاوہ کپڑے کے موزوں پر مسح کرنا درست نہیں، اگر چہ اُن میں چمڑے کی خصوصیات اور اوصاف بھی کیوں نہ پائے جاتے ہوں اور بہت سے فقہاء نے فرمایا کہ (یہ موزے اگر چہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے خفین کے بجائے جَوربین کہلائے جانے کے مستحق ہیں) ایسے موزے چمڑے کی خصوصیات اور اوصاف پائے جانے کی وجہ سے مسح کے سلسلہ میں خفین یعنی چمڑے ہی کے موزوں کے معنیٰ میں آگئے ہیں اور گویا کہ انہوں نے حکمی خفین کا درجہ حاصل کرلیا ہے، اس لیے ان پر مسح جائز ہے(ہمارے فقہاء کا اسی پر فتویٰ ہے)(فقہی مقالات جلد دوم صفحہ ۱۴ بتغیر)

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

لاشک ان المسح علی الخف علی خلاف القیاس،فلایصلح الحاق غیرہ به، الا اذا کان بطریق الدلالة،وھو ان یکون فی معناہ ،ومعناہ الساترلمحل الفرض الذی ھو بصدد متابعة المشی فیه فی السفر وغیرہ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

ترجمہ: ”اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خفین پر مسح کا ثبوت خلافِ قیاس ثابت ہے، پس اس کے ساتھ (خفین کے علاوہ) کسی اور چیز کو شامل نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ وہ دلالۃُ النص کے طریقے پر خفین کے معنیٰ میں داخل ہو،اور خفین کے معنیٰ ایک ایسے موزے کے ہیں جنہوں نے پاؤں کو بالکل ڈھانپ اور چھپالیا ہو (جس کی وجہ سے پاؤں دھونے والی جگہ تک وضوٹوٹنے کا اثر نہ پہنچے) اور ان میں (پیدل بغیر جوتوں کے) سفر وغیرہ کے دوران مسلسل چلنا ممکن ہو“(ترجمہ ختم)

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

مسح علی الجوربین کا جواز درحقیقت تنقیحُ المناط (علت) کے طریقہ پر ہے، یعنی جن جوارب میں مذکورہ تین شرائط پائی جاتی ہوں ان کو خفین ہی میں داخل کر کے ان پر جوازِ مسح کا حکم لگایا گیا ہے، ورنہ جن روایات میں مسح علی الجوربین کا ذکر ہے وہ سب ضعیف ہیں، ورنہ کم از کم خبرِ واحد ہیں، جن سے کتابُ اللہ پر زیادتی نہیں ہوسکتی بلکہ اس کا جواز مسح علی الخفین کی احادیثِ متواترہ ہی سے تنقیحِ مناط کے طور پر ثابت ہوا ہے(درسِ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۳۵)

اب رہا یہ کہ مسح کے بارے میں چمڑے کے اوصاف اور خصوصیات کیا ہیں؟ تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے فقہائے کرام نے اس کے جو اوصاف وخصوصیات بیان فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل تین شرطیں ہیں:

(۱)...... اس قدر موٹے اور مضبوط ہوں کہ ان میں کم از کم تین میل بغیر جوتے کے پیدل

چل سکیں اور چلنے سے وہ پھٹیں نہیں۔

(۲)...... وہ پنڈلی پر خود سے ٹھہرے رہیں اور یہ ٹھہرا رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی (لاسٹک اور ربڑ وغیرہ) کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اُن کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو۔

(۳)...... یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کریں اور پانی ان میں نہ چھنے۔

الغرض چمڑے کی خصوصیات واوصاف پائے جانے کے لیے تین شرطیں ہیں، ایک یہ کہ اُن میں کم ازکم تین میل بغیر جوتہ کے پیدل چلیں تو وہ پھٹیں نہیں، دوسرے یہ کہ موٹائی اور سختی کی وجہ سے پنڈلی پر بغیر باندھے ہوئے ٹھہرے رہیں، تیسرے یہ کہ اُن میں پانی نہ چھنے اور جلدی سے جذب نہ ہو۔

چمڑے کی خصوصیات اور اوصاف پائے جانے کے لیے مذکورہ تینوں شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور جن جرابوں میں ان شرطوں میں کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے وہ مسح کے اعتبار سے چمڑے کی خصوصیات واوصاف سے خالی سمجھے جائیں گے (جیسا کہ آجکل کے مروَّجہ عام جرابوں کی حالت ہے) (کذافی امداد المفتین، صفحہ ۲۸۰) [۱]

(۳)......عام جرابیں اور اُن پر مسح کا عدمِ جواز

جوموزے نہ چمڑے کے ہوں اور نہ چمڑے کی خصوصیات واوصاف ان میں پائے جاتے ہوں، ان پر مسح ناجائز ہے، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جاسکتا جب تک کہ مسح کا حکم ایسے تواتر سے ثابت نہ ہوجائے جس تواتر سے خفین پر مسح کا جائز ہونا ثابت ہے۔لہٰذا فقہائے کرام نے کپڑے کے موزوں پر مسح کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں لگائیں، بلکہ ان موزوں میں چمڑے کے اوصاف پائے جانے کے لیے لگائی ہیں، اور اس میں اختلاف رہا ہے کہ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد بھی ان پر مسح جائز ہے یا نہیں (ہمارے فقہاء کا فتویٰ ان پر مسح کے جائز ہونے کا ہے) خلاصہ یہ ہے کہ جوموزے نہ تو چمڑے کے ہوں اور نہ ہی اُن میں چمڑے کی خصوصیات اور اوصاف پائے

---

[۱] بعض حضرات نے چوتھی شرط یہ بھی ذکر فرمائی ہے، کہ ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے یعنی آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھا جائے تو کچھ دکھائی نہ دے، لیکن کیونکہ مندرجہ بالا تین شرطوں کے پائے جانے کی صورت میں یہ شرط خود بخود پائی جاتی ہے یعنی مذکورہ تین شرائط اس چوتھی شرط کو بھی مستلزم ہیں اس لئے بعض فقہاء نے اس چوتھی شرط کو مستقل طور پر ذکر نہیں فرمایا، ان سب شرائط کے تحقق کی علت یہ ہے کہ وہ خفین کے معنیٰ اور درجے میں داخل ہوجائیں (کمافی امداد الفتاویٰ جلد اصفحہ ۴۲) محمد رضوان۔

جاتے ہوں؛ جیسا کہ آج کل عام طور سے جرّابیں رائج ہیں تو کیونکہ وہ نہ حقیقی خفین میں داخل ہیں اور نہ حکمی خفین میں داخل ہیں اس لیے ان پر مسح کرنا جائز نہیں (فقہی مقالات جلد دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵ بتغیر)

البدائع الصنائع میں ہے:

فان کانا رقیقین یشفان الماء لایجوز المسح علیھما بالاجماع (البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰)

ترجمہ: ''اگر موزے اتنے پتلے ہوں کہ ان میں سے پانی چھن جاتا ہو تو ان پر بالاجماع مسح جائز نہیں'' (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لایجوز المسح علیه الاان یکون مما یثبت بنفسه ویمکن متابعة المشی علیه فاماالرقیق فلیس بساتر (المغنی لابنِ قدامة ج ۱)

ترجمہ: ''کپڑے کے موزوں پر مسح جائز نہیں، ہاں مگر کوئی موزے اتنے مضبوط ہوں کہ وہ پنڈلی پر خود سے ٹھہرے رہیں اور ان کو پہن کر مسلسل اور غیر معمولی چلنا ممکن ہو، جہاں تک پتلے موزوں کا معاملہ ہے (جن میں مذکورہ شرائط نہ ہوں) تو وہ پاؤں کے لئے ساتر نہیں ہیں (لہٰذا ان پر مسح جائز نہیں)'' (ترجمہ ختم)

بعض لوگوں کو ان چند احادیث یا صحابہ کے آثار سے جن میں حضور ﷺ یا بعض صحابۂ کرام کا جرابوں کے الفاظ کے ساتھ مسح کرنے کا ذکر ملتا ہے، یہ شبہ لگ گیا ہے کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا حضور ﷺ اور صحابہ کے فعل سے ثابت ہے، لہٰذا ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

لیکن یہ ان حضرات کی سراسر غلط فہمی ہے، کیونکہ وہ احادیث اولاً تو سند کے لحاظ سے بہت زیادہ ضعیف اور کمزور ہیں، دوسرے ان سب کو ملا کر بھی ان کا درجہ خفین پر مسح کرنے کی متواتر احادیث کے برابر نہیں پہنچتا، اور تیسرے ان جرابوں سے آج کل کی عام رائج جرابیں مراد نہیں بلکہ یا تو حقیقی خفین مراد ہیں یا پھر حکمی خفین مراد ہیں (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور ان دونوں یعنی حقیقی و حکمی خفین پر بھی جراب کے الفاظ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ [۱]

صحیح مسلم کے شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والجواب عن حدیث المغیرة من اوجه (احدھا) انه ضعیف ،ضعفه الحفاظ وقدضعفه

---

[۱] الخف لایکون الامن جلد ونحوہ والجرموق یکون من جلد وغیرہ والجورب لایکون من جلد (الموسوعة الفقھیة ج ۱۵ ،مادہ جرموق)

البیھقی ونقل تضعیفه،عن سفیان الثوری وعبدالرحمٰن بن مھدی واحمد بن حنبل وعلی بن المدینی ویحییٰ بن معین ومسلم بن الحجاج وھؤلاء اعلام ائمة الحدیث وان کان الترمذی قال "حدیث حسن فھؤلاء مقدمون علیه بل کل واحد من ھؤلاء لو انفرد قدم علی الترمذی باتفاق اھل المعرفة (الثانی)لو صح لحمل علی الذی یمکن متابعة المشی علیه جمعا بین الادلة ولیس فی اللفظ عموم یتعلق به (الثالث)حکاہ البیھقی رحمه اللہ عن الاستاذ ابی الولید النیسابوری انه حمله علی انه مسح علی جوربین منعلین لانه جورب منفرد ونعل منفرد فکانه قال "مسح جوربیه المنعلین"وروی البیھقی عن انس بن مالک رضی اللہ عنه مایدل علی ذالک، والجواب عن حدیث ابی موسیٰ من الاوجه الثلاثة فان فی بعض رواته ضعفا وفیه ایضا ارسال قال ابوداؤد فی سننه ھذا الحدیث لیس بالمتصل ولابالقوی واللہ اعلم (المجموع شرح المھذب ،الجزء الاول ، المسح علی الجورب)

ترجمہ: "اور حضرت مغیرہ کی حدیث (جس میں حضور ﷺ کا جرابوں پر مسح کرنا مذکور ہے) کے کئی جواب ہیں **(۱)** پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے،حفاظ کی جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے،اورامام بیہقی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے اورحضرت سفیان ثوری،عبدالرحمٰن بن مہدی اورامام احمد بن حنبل اورعلی بن مدینی اوریحیٰ بن معین اور مسلم بن حجاج رحمہم اللہ سے اس حدیث کاضعیف ہونا نقل کیا ہے،اوریہ تمام حضراتِ ائمہ،حدیث کے ستون ہیں،اگرچہ امام ترمذی نے اس حدیث کوحسن کہا ہے،لیکن یہ مذکورہ تمام حضرات امام ترمذی پر مقدم ہیں، بلکہ حدیث کے ان ائمہ حضرات میں سے ہرایک اس شان کا حامل ہے کہ اگران میں سے کوئی تنہا بھی اس حدیث کوضعیف قرار دیتا تب اس کو اہلِ معرفت کے اتفاق سے امام ترمذی پر مقدم رکھا جاتا۔[۱] **(۲)** دوسرا جواب یہ ہے کہ اگراس حدیث کو (تھوڑی دیر کے لئے) صحیح بھی مان لیا جائے تواس کوایسے (مضبوط اورسخت) موزوں پرمحمول کیا جائے گا جنہیں پہن کر (جوتوں کے بغیر) مسلسل چلنا ممکن ہو،تاکہ دوسرے (مضبوط) دلائل کے ساتھ اجتماعیت پیدا ہو جائے (اوراس کاٹکراؤ نہ رہے) اوراس حدیث میں کوئی ایسا لفظ موجود بھی نہیں جو ہر قسم کے موزوں سے متعلق ہو (اوراس میں آجکل رائج پتلے اورکمزور جرابیں بھی شامل ہوں) **(۳)** اورتیسرا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے استاد ابوولید نیساپوری سے نقل کیا

---

[۱] لیس ھذاالاصل متفقا علیه راجع لتحقیقه الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل للامام عبدالحیی اللکنوی (حاشیه اعلاء السنن ج ۱ ص ۳۴۷)

ہے کہ دراصل حضور ﷺ نے منعل جرابوں پر مسح کیا ہے، نہ تو حضور ﷺ نے تنہا جراب پر مسح فرمایا اور نہ تنہا نعل (پینتاوے/ چمڑے کے جوتے) پر، پس گویا کہ حدیث میں یہ فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے پینتاوے نما چمڑا لگی ہوئی جرابوں پر مسح فرمایا اور امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔ اور ابوموسیٰ کی حدیث (جس میں حضور ﷺ کا جرابوں پر مسح کرنا مذکور ہے) کے جوابات بھی مذکورہ تینوں ہی ہیں اس لئے کہ اس کے بعض راوی تو ضعیف ہیں اور بعض میں ارسال ہے، امام ابوداؤد اس کے متعلق اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہ تو متصل ہے اور نہ قوی ہے، واللہ اعلم'' (ترجمہ ختم)

اسی طرح جن صحابۂ کرام سے جرابوں پر مسح کرنا منقول ہے وہ بھی یا تو چمڑے کے موزے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے یعنی ان میں چمڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں، چنانچہ جلیلُ القدر تابعین حضرت سعید بن میسّب اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ سے جرابوں پر مسح کرنے کا جواز اسی صورت میں منقول ہے جبکہ وہ خوب مضبوط اور موٹی ہوں:

عن سعيد بن المسيب والحسن البصرى انهما قال: يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين (مصنف ابنِ ابى شيبه جلد ۱ صفحه ۱۸۸، رجالهٔ رجال الجماعة، اعلاء السنن جلد ۱ صفحه ۳۴۶)

ترجمہ: ''حضرت سعید بن میسّب اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو (ملاحظہ ہو: قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ)

حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن میسّب رحمہما اللہ دونوں جلیلُ القدر تابعین میں سے ہیں، جنہوں نے بہت سے صحابۂ کرام کو پایا ہے اور انہوں نے صحابۂ کرام کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتویٰ دیا ہے۔

لہٰذا ان حضرات کے عمل اور فتویٰ سے جو بات ثابت ہوئی وہ اس سے زیادہ نہیں کہ جو موٹے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوں، ان پر مسح جائز ہے (فقہی مقالات جلد ۲ صفحہ ۲۰ بتغیر)

محدثِ کبیر شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ ترمذی کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

ان عمل قوم من المتساهلين بالمسح على الجوارب الرقيقة ليس اصل له فى الشريعة يعتمد عليه، ان كان بهذا الحديث فقد عرفت فيه ماقال الائمة وان كان بقول الفقهاء فهم اشترطوا اما التجليد واما التنعيل وعلى الاقل الثخانة (معارف السنن ج ۱ ص ۳۵۱)

ترجمہ: ''بعض لاپرواہ اور کاہل لوگوں نے (آج کل کی مروجہ نائیلون، سوتی یا اونی) باریک

جرابوں پرمسح کرنے کا جوعمل شروع کردیا ہے اس کی شریعت میں کوئی قابلِ اعتماد بنیاد نہیں ہے اگر (ترمذی کی مذکورہ) اس حدیث کی وجہ سے ہو تو آپ اس کے بارے میں ائمۂ حدیث کے اقوال جان چکے ہیں اور اگر فقہاء کے قول کی وجہ سے ہو تو فقہاء نے جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ ان پر مکمل چمڑا چڑھا ہوا ہو یا کچھ حصے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو، اور کم از کم شرط یہ ہے کہ ان میں ثخانت پائی جاتی ہو (جس کی وجہ سے وہ جرابیں چمڑے کے اوصاف وخصوصیات پائے جانے کی وجہ سے خفین کا درجہ حاصل کرلیں)'' (ترجمہ ختم)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث میں جو (جرابوں پرمسح کا ذکر) آیا ہے وہ مجمل ومبہم ہے کیونکہ وہ واقعہ کی حکایت ہے اور حکایتِ فعل کو عموم نہیں ہوتا، لہٰذا دوسرے دلائل کی طرف رجوع کیا جاوے گا، چونکہ ہماری متعارف (ومروّجہ) جرابیں اس شان کی نہیں ہوتیں، لہٰذا ان پر مسح جائز نہیں (امدادالفتاویٰ جلد اصفحہ۴۲، وراجع للتفصیل امدادالفتاویٰ جلد۶ صفحہ۲۲۰، الی صفحہ۲۲۳)

محدث علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

المسح علی الجوربین ثبت بخبرالواحد وغسل الرجلین قطعی فلایکون المسح علی الجوربین بدلا عنه الااذاکان الجورب کالخف الثابت مسحه بالتواتر (اعلاء السنن جلد ا صفحه ۳۴۹،باب المسح علی الجوربین)

ترجمہ: جرابوں پرمسح کرنا خبرِ واحد سے ثابت ہے اور پیروں کا دھونا قطعی دلیل سے ثابت ہے، لہٰذا جرابوں پرمسح کرنا پیروں کے دھونے کا بدل نہیں بن سکتا مگر اسی صورت میں جبکہ جراب اس چمڑے کے موزے کی طرح ہوں جس پرمسح کرنا تواتر کے ذریعے سے ثابت ہے'' (ترجمہ ختم)

مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

والحاصل انه لیس فی باب المسح علی الجوربین حدیث مرفوع صحیح خال عن الکلام هٰذاماعندی (تحفة الاحوذی ،باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین جلد ا صفحه۳۳۳)

ترجمہ: ''تحقیق کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ ہے کہ جرابوں پرمسح کرنا کسی مرفوع، صحیح حدیث سے ثابت نہیں جو محدثین کی جرح وتنقید سے خالی ہو؛ میرے نزدیک یہی بات صحیح ہے'' (ترجمہ ختم)

بلکہ مشہور اہلِ حدیث عالم شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے تو جرابوں پرمسح کی حدیث کو چمڑے کی جرابوں

اور چمڑے کے موزوں پر محمول کیا ہے، اور چمڑے کے علاوہ دوسرے موزوں پر مسح کا ناجائز ہونا بیان کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

الجورب یتخذمن الادیم وکذامن الصوف وکذامن القطن ویقال لکل من ھذا انہ جورب،ومن المعلوم ان ھذہ الرخصۃ بھذاالعموم التی ذھبت الیھاتلک الجماعۃ لاتثبت الابعدان یثبت ان الجوربین الذین مسح علیھماالنبی ﷺ کانامن صوف سواء کان منعلین اوثخینین فقط ولم یثبت ھذا قط،فمن این علم جواز المسح علی الجوربین غیرالمجلدین بل یقال ان المسح یتعین علی الجوربین المجلدین لاغیرھما لانھما فی معنیٰ الخف والخف لایکون الاعن الادیم نعم لوکان الحدیث قولیا بان قال النبیﷺ امسحواعلی الجوربین فکان یمکن الاستدلال بعمومہ علی کل انواع الجوارب واذا لیس فلیس ،فان قلت لماکان الجورب من الصوف ایضااحتمل ان الجوربین الذین مسح علیھما النبی ﷺ کانا من صوف او قطن اذالم یبین الراوی،قلت نعم الاحتمال فی کل جانب سواء یحتمل کونھما من صوف وکذامن ادیم وکذامن قطن لکن ترجح الجانب الواحد وھوکونہ من ادیم لانہ یکون حینئذ فی معنی الخف ویجوز المسح علیہ قطعا وامالمسح علی غیرالادیم فثبت بالاحتمالات التی لم تطمئن النفس بھا وقد قال النبی ﷺ دع مایریبک الی مالا یریبک اخرجہ احمد فی مسندہ والنسائی عن الحسن بن علی وغیرواحد من الائمۃ وھوحدیث صحیح (عون المعبودجلد ا صفحہ ۶۲،کتاب الطھارۃ ،باب المسح علی الجوربین)

ترجمہ: ''جرابیں کھال کی بھی ہوتی ہیں،اون کی بھی اورروئی کی بھی،اوران میں سے ہرایک کوجراب کہاجاتا ہے اور ہرقسم کے موزے پرمسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک یہ ثابت نہ ہوکہ آپ ﷺ نے اون کی جرابوں پرمسح فرمایا،خواہ وہ جرابیں ایسی ہوں کہ ان پر جوتے پہنے والی جگہ چمڑالگاہواہو یا صرف موٹی ہوں،اوریہ بات ہرگز بھی ثابت نہیں،پس اُن جرابوں پرمسح کا جائز ہونا کہاں سے معلوم ہواجن پرٹخنوں تک چمڑالگاہوانہ ہو، بلکہ یہی کہاجائے گا کہ مسح صرف ایسی جرابوں تک محدود ہے جن پرٹخنوں تک چمڑاچڑھاہواہو ان کے علاوہ نہیں، کیونکہ ٹخنوں تک چمڑاچڑھی ہوئی جرابیں خف کے معنیٰ اوردرجہ میں آجاتی ہیں اورخف چمڑے کاہی ہوتاہے،البتہ اگرحضورﷺ کی کوئی حدیث قولی ہوتی جس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایاہوتا کہ جرابوں پرمسح کروتو پھراس سے جرابوں کی ہرقسم پرمسح کی دلیل پکڑنا ممکن ہوتا،اورجب اس طرح کی کوئی بات حضورﷺ سے ثابت نہیں ہے توہرقسم کی جرابوں پر

مسح کے جائز ہونے کی دلیل پکڑنا بھی درست نہیں، اگر آپ یہ شبہ کریں کہ اگر جراب اونی ہو تو اس بات کا احتمال ہے کہ نبی علیہ السلام نے جن جرابوں پر مسح فرمایا وہ اون کی ہوں یا روئی کی، چونکہ راوی نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی، میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ بے شک احتمال تو ہر جانب کا برابر ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ وہ جرابیں اون کی ہوں اور اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ وہ چمڑے کی ہوں اور اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ وہ روئی کی ہوں، لیکن ان میں سے ایک جانب کو ترجیح دی جائے گی اور وہ چمڑے کی ہونا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ خف کے درجے میں ہونگی، اور خف پر مسح کرنا قطعی دلیل سے ثابت ہے، اور چمڑے کے علاوہ پر مسح کرنا صرف احتمالات سے ثابت ہے جن پر اطمینان نہیں ہوسکتا، اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آپ ایسی چیز کو چھوڑ دیں جس میں شک ہو اور ایسی چیز کو اختیار کرے جس میں شک نہ ہو (اور وہ قطعی ہو) اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام نسائی نے حضرت حسن بن علی سے روایت کیا ہے، اور کئی ائمہ نے روایت کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اگر چہ مذکورہ اہلِ حدیث عالم نے تو جرابوں پر مسح والی حدیث کو ایسی جرابوں کے ساتھ خاص کیا ہے جن پر ٹخنوں تک چمڑا چڑھا ہوا ہو اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ خفین (چمڑے کے موزوں) کا درجہ رکھتی ہیں، لیکن دوسرے بہت سے فقہاء نے اس علت اور وجہ پر مسح کے جائز ہونے کا دارومدار رکھا ہے کہ چمڑے کے موزوں کی خصوصیات واوصاف پائی جائیں، لہٰذا وہ علت اور وجہ جس قسم کے موزوں میں بھی پائی جائیں گی ان پر مسح جائز ہوگا، کیونکہ علت کے پائے جانے سے حکم مشترک ہوا کرتا ہے، لہٰذا مذکورہ فقہاء کا قول ہی راجح ہے (کما مر بحوالہ درسِ ترمذی)

مشہور اہلِ حدیث عالم میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے سوال کیا گیا کہ اونی، سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب میں لکھا:

مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں اور مجوزین (جائز قرار دینے والوں) نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے، اس میں خدشات ہیں (اور کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں) والحاصل انه لم يقم علىٰ جواز المسح على الجوربة المسئولة عنه دليل لامن الكتاب ولامن السنة ولامن الاجماع ولامن القياس الصحيح كماعرفت .

الغرض مندرجہ بالا جرابوں پر مسح کی کوئی دلیل نہیں، نہ تو قرآن کریم سے نہ سنت سے، نہ

اجماع سے اور نہ قیاسِ صحیح سے جیسے کہ آپ نے دیکھ لیا (فتاویٰ نذیریہ جلد۱ صفحہ ۳۲۷ تا ۳۳۴)

اسی طرح ایک اور مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی لکھتے ہیں:

یہ (جرابوں پر مسح کا) مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا ہے، نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع سے نہ قیاس سے نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسلِ رجلین (پیروں کا دھونا) نَصِّ قرآنی سے ثابت ہے، لٰہذا خف چرمی (چمڑے کے موزے) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد۱ صفحہ ۴۲۳)

معلوم ہوا کہ امت کے مستند فقہاء و مجتہدین سمیت اہلِ حدیث مسلک کے اکابر کا فتویٰ یہی ہے کہ پتلے موزے جو چمڑے کے موزوں کے معنیٰ میں داخل نہ ہوں ان پر مسح کرنا جائز نہیں اور چونکہ ہمارے زمانے میں جو سوتی، اونی، نائیلون کے موزے رائج ہیں وہ باریک ہوتے ہیں اور ان میں چمڑے والے اوصاف اور معنیٰ نہیں پائے جاتے، اس لئے ان پر مسح کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ [۱]

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ آج کل کی رائج اونی، سوتی یا نائیلون وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں تو یہ بات سمجھنا کوئی بھی مشکل نہیں کہ اگر کوئی شخص وضو کے دوران اِن جرابوں پر مسح کرے گا تو اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا اور جب وضو صحیح نہیں ہوگا تو نماز بھی ادا نہیں ہوگی (فقہی مقالات جلد۲ صفحہ ۲۳ بتغیر)

اور اگر کوئی شخص ایسی جرابوں پر مسح کر کے امامت کرائے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا بھی درست نہ ہوگا، اور اگر پڑھ لی گئی ہو تو اس نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا (کذا فی خیر الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۴۰۳)

حضور ﷺ نے وضو کے دوران ایڑی کا حصہ خشک رہ جانے کے بارے میں اتنی سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ:

وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (صحیح مسلم)

ترجمہ: ’’ایسی خشک ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ کی ہلاکت ہے‘‘

ملاحظہ فرمایئے جب پیر دھونے کے باوجود صرف ایڑیاں خشک رہ جانے پر اتنی سخت وعید ہے تو اگر پورے پیر کے دھونے کا فرض ہی ادا نہ ہو تو اس پر کتنی سخت وعید ہوگی۔

چند مسائل

مسئلہ (۱)...... خواتین بھی مرد حضرات کی طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کر سکتی ہیں اور موزوں پر مسح کے

---

[۱] قول الامام ابن الحزم وابن تیمیه وابن القیم مخالف للجمهور فی هذه المسئلة ،لکن لایعبأ بهذا القول (راجع للتفصیل فقهی مقالات جلد ۲ صفحه ۲۱، ۲۲)

جواحکام مردحضرات کے لیے ثابت ہیں،خواتین کے لیے بھی وہی احکام ہیں (ہندیہ جلد۱صفحہ۱۹،خیر الفتاویٰ جلد۲صفحہ۱۳۲)

مسئلہ(۲)...... جوتوں پرمسح کرنا جائز نہیں ،البتہ اگر جوتے اتنے مضبوط ،موٹے ہوں کہ ان میں چمڑے کے موزوں والی خصوصیات واوصاف پائے جاتے ہوں اوروہ ٹخنوں سمیت پورے پاؤں کو چھپائے ہوئے ہوں (جیسا کہ بعض فوجیوں کے بڑے بوٹ ہوتے ہیں) توان پرمسح کرنا درست ہے،اورنماز صحیح ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہوگا کہ بوٹ پاک ہوں (کذافی امداد الفتاویٰ جلد۱صفحہ۴۳وعلم الفقہ حصہ اول صفحہ۱۰۱) [۱]

مسئلہ(۳)......ریگزین کے موزے اگر چمڑے کے موزوں والی خصوصیات وصفات کے حامل ہوں توان پرمسح جائز ہے۔

مسئلہ(۴)...... جوموزے نہ تو چمڑے کے ہوں اورنہ چمڑے والی خصوصیات واوصاف اُن میں پائے جاتے ہوں،اگراُن کے تلوے یا جوتے پہنے جانے والے حصے میں یعنی ٹخنوں سے نیچے والے حصہ میں چمڑا سلوا دیا جائے تو اُن پربھی مسح جائز نہیں (صحیح اورراجح یہی ہے) [۲]

---

[۱] لم یذهب احدمن الائمة الیٰ جواز المسح علی النعلین (معارف السنن جلد ۱ صفحہ۳۴۷)

[۲] العنایۃ شرح الھدایۃ میں ہے:

المسح علی الجوربین علیٰ ثلاثة اوجه فی وجه یجوز بالاتفاق وهو ما اذا کان ثخینین منعلین و فی وجه لا یجوز بالاتفاق وهو الا یکونا ثخینین ولا منعلین، وفی وجهٍ لایجوز عند ابی حنیفه خلافا لصاحبیه وهو ان یکونا ثخینین غیر منعلین، یقال جرّاب منعّل و مُنعَل اذا وضع علیٰ اسفله جلدة کالنعل المقدم والمجلد هو الذی وضع الجلد اعلاه و اسفله (العنایة ج ۱ باب المسح الخفین)

احکام القرآن للتھانوی میں مدلل بحث کے بعد مذکور ہے:

فثبت ان المسح علی الرقیقین المنعلین غیر جائز بالاتفاق (احکام القرآن الجزء الاول من الحزب الثانی ،سورة المائدة صفحه ۴۴۹)

امداد المفتیین میں ہے:

کپڑے کے اعتبار سے جرابوں کی دوقسم ہیں۔ثخین اوررقیق ،ثخین اصطلاحِ فقہاء میں وہ جراب ہے جس کا کپڑا اس قدر دبیز ،موٹا اورمضبوط ہوکہ اس میں تین میل بغیر جوتہ کے سفرکرسکیں اوروہ ساق پربغیر (گیٹس وغیرہ سے) باندھے ہوئے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اورچستی کی وجہ سے نہ ہوبلکہ اُس کی ضخامت اورجرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو، نیز یہ کہ وہ پانی کوجلدی سے جذب نہ کرے اورپانی اس میں نہ چھنے۔الغرض ثخین کے لیے تین شرطیں ہیں،ایک یہ کہ اُس میں کم ازکم تین میل بغیر جوتہ کے سفرکریں تو پھٹے نہیں،دوسرے یہ کہ ساق پربغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے ،تیسرے یہ کہ اُس میں پانی نہ چھنے اورجلدی سے جذب نہ ہواورجس جراب میں ان شرطوں میں کوئی شرط نہ پائی جائے وہ رقیق ہے (چندعباراتِ فقہ تحریرفرمانے کے بعد ہے) فائدہ: عباراتِ مذکورہ سے ثخینین کی تمام شرائط مندرجہ بالا ثابت ہوگئی اوریہ بھی معلوم ہوگیا کہ جرابیں ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ(۵)......جن موزوں پر مسح جائز ہے اگر وہ استعمال کرتے رہنے سے اتنا گِھس جائیں کہ جوتا پہنے بغیر ان کو پہن کر چلنے سے وہ پھٹ جائیں تو ان پر بھی مسح جائز نہیں کیونکہ جس طرح شروع میں مسح جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ان کو پہن کر بغیر جوتا پہنے چلنے سے وہ پھٹے نہیں، اسی طرح مسح کے باقی رہنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے، البتہ اگر ان پر نیا چمڑا چڑھا کر یا کمزور جگہ چمڑے کا پیوند لگا کر مضبوط کر دیا جائے تو پھر ان پر مسح جائز ہو جائے گا (امداد الاحکام بتغیر جلد ا صفحہ ۳۹۳)

مسئلہ(۶)......جن موزوں پر مسح کرنا درست ہے ان میں یہ بھی ضروری ہے کہ اتنے اونچے ہوں کہ پیروں کے ٹخنے ان میں چھپے ہوئے ہوں، اور اگر موزے اتنے چھوٹے ہوں کہ پیروں کے ٹخنے ان میں چھپے ہوئے نہ ہوں تو ان پر مسح درست نہیں۔

﴿**گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ**﴾ اونی ہوں یا سوتی، دونوں میں شرائط مذکورہ ضروری ہیں، جس میں یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ رقیق ہے اگرچہ اونی ہوں؛ اور جس میں ہوں وہ ثخین ہے اگرچہ سوتی ہو (امداد المفتین، کتاب الطہارۃ صفحہ ۲۸۰ و ۲۸۱ ملخصاً، رسالہ "نیل المآرب فی المسح علی الجوارب")

امداد المفتین ہی میں مذکور ہے:

"اس تفصیل و تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرابوں کی کل چھ قسمیں ہوگئیں، تین قسم ثخین کی، یعنی (۱) ثخین مجلد (۲) ثخین منعل (۳) ثخین سادہ (یعنی غیر مجلد و غیر منعل) اور تین قسم رقیق کی یعنی (۴) رقیق مجلد (۵) رقیق منعل (۶) رقیق سادہ۔

اقسام کی تفصیل کے بعد اب احکام کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

ان اقسامِ ستہ میں سے پہلی تینوں قسموں پر باتفاقِ حنفیہ مسح جائز ہے، تیسری قسم میں اگرچہ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف منقول ہے، لیکن ساتھ ہی امام صاحب کا رجوع قولِ صاحبین کی طرف اور فتویٰ عامہ مشائخِ حنفیہ کا قولِ صاحبین پر منقول ہے، اس لیے تیسری قسم بھی مثل متفق علیہ کے ہوگئی............ باقی تین قسمیں، رقیق مجلد، رقیق منعل، رقیق سادہ میں یہ تفصیل ہے کہ رقیق مجلد پر مطلقاً بلا کسی تفصیل کے باتفاقِ حنفیہ مسح جائز ہے اور رقیق سادہ پر مطلقاً باتفاق ناجائز" (امداد المفتین، کتاب الطہارۃ صفحہ ۲۸۴، رسالہ "نیل المآرب فی المسح علی الجوارب")

اور رقیق منعل کے بارے میں تفصیلی دلائل اور مدلل بحث کے بعد امداد المفتین میں ہی مذکور ہے:

الغرض اگر دبیز اونی جرابوں کو منعل کر لیا جائے یعنی صرف تلے پر یا پنجے اور ایڑی پر بھی چمڑا چڑھا لیا جائے تو اس پر مسح کرنا شامی اور شارحِ منیہ جائز مگر خلافِ تقویٰ قرار دیتے ہیں اور دوسرے عامۂ مشائخ ناجائز فرماتے ہیں............

اب وجوہِ ترجیح میں اگر طبقاتِ فقہاء کے اعتبار سے غور کیا جائے تو ناجائز کہنے والے حضرات، طبقے اور درجے میں قائلینِ جواز سے اقدم وارفع ہیں جیسے صاحبِ بدائع و صاحبِ خلاصہ وغیرہ۔

اور دلیل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دلیل بھی انہیں حضرات کی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ حسبِ تصریح جصاص و محقق ابنِ ہمام جرابوں پر مسح کرنے جواز کا مدار اس پر ہے کہ یہ جرابیں یقینی طور پر خف کے ساتھ ملحق اور بحکم خف ہوں اور جس میں شبہ رہے وہ بحکمِ خفین نہیں ہوسکتیں، اور فریضۂ اصلی جو پاؤں کا دھونا ہے مشتبہ چیز کے لیے نہیں چھوڑا جاسکتا، اس لیے خیال احقر کا یہ ہے کہ اس قسم کی جرابوں پر بھی مسح کی اجازت نہ دی جائے (امداد المفتین، کتاب الطہارۃ صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵ ملخصاً رسالہ "نیل المآرب فی المسح علی الجوارب")

﴿**بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں**﴾

مسئلہ(۷)......خفین پر مسح درست ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں پیروں میں خفین پہنے ہوں لہٰذا صرف ایک پیر میں خفین پہن کر مسح کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ(۸)......بعض لوگ ایسے موزے پہن کر کہ ان پر مسح جائز نہیں ان کے اوپر سے پینتاوے پہن لیتے ہیں اور پینتاوے کے اوپر مسح کرتے ہیں، اس طرح مسح کرنا جائز اور معتبر نہیں (لانہ اذالم یجز علی المنعلین علی الراجح ،فاین یجوز علیٰ ھذین الغیر المنعلین، والمنعل یکون بالاتحاد)

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ امدادالاحکام میں ہے:

''جورب کی چار قسمیں ہیں؛ اول صفیق منعل۔ دوم صفیق غیر منعل۔ سوم رقیق منعل۔ چہارم رقیق غیر منعل قسمِ اول پر بالاتفاق مسح جائز ہے، اور دوم پر جوازِ مسح میں اختلاف ہے کہ امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبین جائز کہتے ہیں اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے (خلاصہ یہ کہ قسمِ دوم پر بھی مسح جائز ہے)

اور قسمِ سوم کا حکم عنقریب آتا ہے اور قسمِ چہارم پر کسی کے نزدیک مسح جائز نہیں'' (امدادالاحکام جلد۱ صفحہ ۳۸۹)

اور امدادالاحکام میں قسمِ سوم کے متعلق تفصیلی دلائل کے بعد تحریر ہے:

''پس معلوم ہوا کہ رقیق منعلین پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے'' (امدادالاحکام جلد۱ صفحہ ۳۹۲)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

منعل جراب کا چمڑے سے خالی کپڑا اگر ایسا ثخین ہو کہ اس میں جوازِ مسح کی شرائط موجود ہوں تو ان پر بالاتفاق مسح جائز ہے اور عام سوتی کپڑا ہو تو بالاتفاق مسح جائز نہیں اور اگر اونی کپڑا ہو اور دبیز ہو مگر اس میں جوازِ مسح کی شرائط موجود نہ ہوں تو ان پر جوازِ مسح میں متأخرین کا اختلاف ہے؛ عدمِ جواز قولُ الاکثر ہونے کے علاوہ احوط بھی ہے (احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۶۵؛ باب المسح علی الخفین والجبیرۃ)

خیر الفتاویٰ میں ہے:

''رقیق منعل ہونے کی صورت میں مسح جائز نہیں'' (خیر الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۳۰)

مذکورہ تفصیل و تحقیق کو پیشِ نظر رکھ کر اب ہم یہ خلاصہ نکال سکتے ہیں۔

کہ موزوں کی ابتداءً دو قسمیں ہیں (۱) ثخین یا صفیق (۲) رقیق یعنی غیر ثخین و غیر صفیق

پھر ان دونوں قسموں کی مزید دو دو قسمیں اور کل ملا کر چار قسمیں ہیں (۱) ثخین یا صفیق حقیقی، جس سے مراد حقیقی خفین ہیں (۲) ثخین یا صفیق حکمی، جس سے مراد حکمی خفین ہیں یعنی چمڑے کے علاوہ کپڑے کے وہ موزے جن میں چمڑے کے موزوں کی خصوصیات واوصاف پائے جاتے ہوں (۳) رقیق حقیقی، جس سے مراد کپڑے کی وہ جرابیں جن میں چمڑے کے موزوں کی مذکورہ تین خصوصیات واوصاف میں سے کوئی بھی نہ پائی جائے (۴) رقیق حکمی، جس سے مراد کپڑے کی وہ جرابیں ہیں جن میں چمڑے کے موزوں کی مذکورہ تینوں خصوصیات تو نہ پائی جاتی ہوں البتہ ان میں سے بعض پائی جاتی ہوں۔

ان چاروں قسموں میں سے پہلی دونوں قسموں پر مسح جائز ہے اور تیسری و چوتھی قسموں پر مسح جائز نہیں البتہ اگر تیسری و چوتھی قسم کی جرابوں پر ٹخنوں تک چمڑا چڑھا دیا جائے تو پھر مسح جائز ہے؛ کیونکہ اس حالت میں یہ پہلی قسم کے موزوں میں داخل ہو جاتے ہیں، اور اگر تیسری قسم کی جرابوں کے تلوے والے حصے پر یا ٹخنوں سے نیچے جوتے پہنے جانے والی جگہ پر چمڑا چڑھا دیا جائے تو ان پر بھی مسح جائز نہیں، اور چوتھی قسم کی جرابوں پر اگر مذکورہ طریقہ پر چمڑا چڑھا دیا جائے تو بعض حضرات کے بقول ان پر مسح جائز ہے لیکن دلائل کی رو سے راجح یہ ہے کہ ان پر بھی مسح جائز نہیں۔ محمد رضوان

مسئلہ(۹)...... کپڑے کی باریک یا موٹی جرابیں پہن کر اوپر سے چمڑے کے موزے پہن لیے جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے، یعنی چمڑے کے موزوں کے نیچے عام موزے پہن کر مسح کرنے میں کوئی حرج نہیں (امداد المفتین، کتاب الطہارۃ صفحہ ۲۹۶) [۱]

مسئلہ(۱۰)...... اگر چمڑے کے موزوں پر کپڑے کی ایسی جرابیں پہن لی جائیں کہ ان اوپر سے مسح کرنے سے پانی کی تری نیچے موزوں تک پہنچ جاتی ہے تو اوپر والی جرابوں پر مسح کافی ہوگا اور اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ نیچے والے موزوں پر ہی مسح ہوا، اور اگر مسح کی تری نیچے موزوں تک نہیں پہنچتی تو جرابوں کو اُتار کر مسح کرنا ضروری ہوگا (ہندیہ جلد ۱ صفحہ ۱۷، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل مکمل جلد ۱، صفحہ ۲۱۲، کتاب الطہارۃ؛ خیر الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۷، علم الفقہ حصہ اول صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

البتہ اگر اوپر کی جرابوں کو نیچے کے موزوں کے ساتھ سی دیا جائے تو پھر مسح معتبر ہونے کے لیے نیچے چمڑے کے موزوں تک مسح کی تری کا پہنچنا ضروری نہیں ہوگا۔ **لانہٗ فی حکم المبطن** (احسن الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۶۵ و ۶۶)

مسئلہ(۱۱)...... اگر کسی نے پہلے نیچے ایک یا دونوں پاؤں میں ایسے موزے پہنے جن پر مسح کرنا جائز ہے اور بعد میں اوپر سے ایک یا دونوں پاؤں میں ایسے ہی دوسرے موزے پہن لیے کہ اگر ان کو تنہا پہنا جاتا تو اس پر بھی مسح جائز تھا تو اوپر والے موزے کے اوپر سے مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اوپر والا موزہ وضو ٹوٹنے کے بعد نہ پہنا ہو اور اگر نیچے والا موزہ پہنا اور پھر وضو ٹوٹا اور وضو ٹوٹنے کے بعد اوپر والا موزہ پہنا (خواہ نیچے والے موزے پر مسح کر چکا ہو یا نہ کیا ہو) تو ایسی صورت میں اوپر والے موزے پر مسح جائز نہ ہوگا بلکہ اوپر والے موزے کو اتار کر نیچے والے موزے پر مسح کرنا ضروری ہوگا (کذا فی علم الفقہ حصہ اول صفحہ ۱۰۲) [۲]

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۔ ۷/ ربیع الاول/ ۱۴۲۸ھ ۔ دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[۱] فتویٰ محققین کا اسی پر ہے اگرچہ بعض علمائے روم نے تبعاً للفتاویٰ الشاذی عدمِ جواز کا فتویٰ دیا ہے (امداد المفتین، کتاب الطہارۃ صفحہ ۲۹۶)

[۲] حاصل الکلام ھنا ان الجرموق مایلبس فوق الخف وانما یجوز المسح علیه اذا لبسه قبل ان یحدث وبعدہٗ لایجوز، لان الحدث حل بالخف فلا یرفعه المسح علی الجرموق ولو لبسه قبل الحدث ثم احدث حل الحدث بالجرموق فیمسح علیه حتی لو کان واسعا فادخل یدہ الی الخف ومسح علیه لایجوز لعدم الحدث فیه (حاشیه شرنبلالی علیٰ تبیین الحقائق جلد ۱، نواقض الوضوء)

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

مدیرادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ایک عرصہ سے اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اور اس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کو نقل کر کے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات کے جوابات)

نماز کے واجبات

سوال :...... نماز میں کون کون سے واجبات ہیں جن کو پورا نہ کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے؟

جواب :...... نماز میں اصولی درجے کے چودہ واجبات ہیں اور پھر ان اصولوں کے تحت بہت سی جزئیات ہیں مثلاً ایک اصول یہ ہے کہ نماز کا کوئی فرض آگے پیچھے ہوگیا، یعنی فرضوں میں ترتیب الٹ پلٹ ہوگئی تو پھر سجدہ سہو واجب ہے، مثلاً کسی نے دونوں سجدے پہلے کر لیے اس کے بعد رکوع کیا، یعنی اس نے بھول کر ترتیب پلٹ دی، تو سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ فرائض میں ترتیب واجب ہے، اسی طرح ہر رکن کو بلا تاخیر ادا کرنا یہ بھی واجب ہے، اگر کسی رکن کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر ہو جائے کہ اتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا سبحان ربی العظیم کہہ سکتے تھے تو پھر بھی سجدہ سہو لازم ہے، اسی طریقے سے فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا منفرد اور امام کے ذمہ واجب ہے، اگر یہ واجب چھوٹ گیا چاہے پہلی رکعت میں سے چاہے دوسری رکعت میں سے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اسی طریقے سے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت کا ملانا بھی واجب ہے، اور

سنتوں اور نفلوں کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور سورت کا ملانا واجب ہے، اسی طریقے سے قعدہ اولیٰ واجب ہے تو واجبات اصولی درجے کے ہیں ان واجبات کو اصولی درجے میں ہر شخص کا سمجھنا بھی مشکل ہے، البتہ اجمالی طور پر واجباتِ نماز یاد ہونے چاہئیں جو یہ ہیں:

(۱)......فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کو قرات کے لئے مقرر کرنا (۲)......فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا (۳)......فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا (۴)......سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا (۵)...... قراءت اور رکوع میں اور سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا (۶)......قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا (۷)......جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھ جانا (۸)...... تعدیلِ ارکان یعنی رکوع سجدہ وغیرہ کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا (۹)......قعدۂ اولیٰ یعنی تین اور چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھنا (۱۰)......دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا (۱۱)......امام کو نماز فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان شریف کے وتروں میں آواز سے قراءت کرنا اور ظہر وعصر وغیرہ نمازوں میں آہستہ پڑھنا (۱۲)......لفظ سلام کے ساتھ نماز سے علیحدہ ہونا (۱۳)......نماز وتر کی تیسری رکعت میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا [۱] (۱۴)...... دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

بہتر یہی ہے کہ جو جو غلطیاں عام طور سے ہوتی رہتی ہیں ان غلطیوں کو سامنے رکھ کر کے مسئلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فلاں غلطی لازم ہوگئی اس سے سجدہ سہو لازم آتا ہے یا نہیں تب جا کر صحیح مسئلہ سمجھ آ سکتا ہے کیونکہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں تاخیر سے بھی سجدہ سہو لازم نہیں آتا مثلاً ایک شخص تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بھول کر سورت ملا لیتا ہے تو کتنی بڑی سورت پڑھ لے اس سے رکوع میں تاخیر تو ہوگئی مگر سجدہ سہو لازم نہیں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ قیام کے اندر قراءت ہوتی ہے تو یہ جو قراءت ہوئی ہے یہ اپنے مقام پر ہوئی ہے تو اس کی وجہ سے تاخیر نہیں سمجھی جائے گی۔

---

[۱] بعض حضرات نے قنوت کے لئے تکبیر کہنے اور دعائے قنوت پڑھنے کو الگ الگ شمار کیا ہے اس طرح واجبات کی تعداد پندرہ ہو جاتی ہے (ملاحظہ ہو: عمدۃ الفقہ ج۲ ص۱۰۰) یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ قنوت کی معروف دعا پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور واجب کی ادائیگی کے لئے کوئی بھی ماثور دعا جس پر دعائے قنوت کا اطلاق ہو سکے، پڑھ لینا کافی ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج۳ ص۴۴۹)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُوْلِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود بادشاہ کو دعوتِ اسلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کے بارے میں آپس میں مشورہ کررہی تھی تواس دوران یہ باتیں اس وقت کے بادشاہ تک بھی پہنچ گئیں، عراق کے بادشاہوں کا اس زمانے میں لقب نمرود ہوا کرتا تھا، اور یہ اپنی رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے آپ کو اپنی رعایا کا مالک اور رب جانتے تھے اور رعایا بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح ان کو اپنا معبود اور خدا مانتی تھی، اوران کی بھی اس طرح پرستش کرتی تھی جس طرح اپنے دیوی دیوتاؤں کی کرتی تھی، بلکہ اپنے دیوی دیوتاؤں سے زیادہ ان سے ادب سے پیش آتی تھی، اس لئے کہ بے جان مورتیوں کے برخلاف بادشاہ عقل اور شعور کا حامل اور حکومت وطاقت کی مالک ہوتا تھا۔

نمرود کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے سوچا کہ اگر اس شخص (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی یہ تبلیغ اور سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں تو یہ رعایا کو میرے رب ہونے، اور میری بادشاہت اور میرے الٰہ ہونے کے عقیدے کے خلاف کردے گا، اور اس کی دعوت سے میرے باپ دادا کے مذہب کے ساتھ ساتھ میری بادشاہت کو بھی زوال آجائے گا، اس لئے یہ قصہ ابتداء ہی میں ختم کردینا بہتر ہے، تاکہ میری مخالفت کا یہ سلسلہ ختم ہو اور لوگ صرف میری ہی عبادت کریں یا اپنے باپ دادا کے طریقے کے مطابق بتوں کی عبادت کریں۔

اس لئے نمرود نے یہ حکم دیا کہ ابراہیم کو میرے دربار میں حاضر کیا جائے، تاکہ ہم اس سے معلوم کریں کہ اس کا مقصد کیا ہے اور یہ کیوں اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ کر ایک نئے طریقے اور دین کی طرف دعوت دے رہا ہے اور لوگوں کو اپنے باپ دادا کے طریقے سے ہٹا کر ایک نئے ایجاد کردہ طریقے پر لگا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود بادشاہ سے مناظرہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں پہنچے تو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس طرح گفتگو شروع کی:

نمرود: تو اپنے باپ دادا کے دین کی مخالفت کیوں اور کس لئے کرتا ہے اور مجھے رب ماننے سے تجھے کیوں انکار ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام: میں ایک اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں اس کے علاوہ کوئی اس کا شریک نہیں، اور ساری کائنات اور ساری مخلوق اسی کی ہے اور وہی ان سب کا خالق اور مالک ہے، اور میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تو بھی اسی طرح کا انسان ہے جس طرح ہم سب انسان ہیں تو پھر تو کس طرح رب یا خدا ہوسکتا ہے؟ اور یہ گونگے بہرے اور لکڑی کے بت کس طرح خدا ہوسکتے ہیں؟ میں سیدھے راستے پر ہوں اور تم غلط راستے پر ہو اس لئے میں تو سیدھے راستے ہی کی طرف دعوت دوں گا، اور تمہارے باپ دادا کے خودساختہ طریقے کو کبھی بھی اختیار نہیں کرسکتا۔

نمرود: اگر میرے علاوہ تیرا کوئی اور رب ہے تو اس کی کوئی ایسی صفت بیان کر جس کی مجھے قدرت نہ ہو کیونکہ میں بھی ہر چیز پر قادر ہوں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام: میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ میں زندگی وموت ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔

نمرود: (نمرود زندگی اور موت کی اصل حقیقت کو صحیح طرح نہیں سمجھتا تھا اس لئے کہنے لگا کہ) زندگی اور موت تو میرے بھی قبضہ اور اختیار میں ہے اور یہ کہہ کر اسی وقت ایک بے قصور شخص کے متعلق جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن ماردو اور اس کو موت کے گھاٹ اتاردو، جلاد نے فوراً حکم کی تعمیل کردی اور ایک قتل کے سزایافتہ مجرم کو جیل سے بلاکر حکم دیا کہ جاؤ ہم نے تمہاری جان بخشی کردی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھا میں بھی زندگی بخشتا ہوں اور موت دیتا ہوں، پھر میرے مقابلے میں تمہارے خدا میں کیا خصوصیت رہ گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ نمرود یا تو زندگی وموت کی اصل حقیقت کو نہیں سمجھتا یا اس کے ذریعے سے رعایا اور ساری قوم کو اس مغالطے میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ زندگی وموت کے اس فرق کو نہ سمجھ سکیں کہ زندگی بخشنا اس کا نام نہیں ہے بلکہ عدم سے وجود کردینے کا نام زندگی بخشنا ہے، اوراسی طرح کسی کو قتل یا پھانسی پر چڑھا لینا موت کا مالک ہونا نہیں ہے، موت کا مالک وہی ہے جو انسان کی روح کو اس کے جسم سے نکال کر اپنے قبضہ میں کرلیتا ہے، اسی لئے دنیا میں بہت سے موت کے منہ میں جانے والے انسان بچ جاتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں مرنے کا کوئی خطرہ بھی نہیں ہوتا ہے لیکن وہ مرجاتے ہیں اور کوئی طاقت ان کو نہیں روک سکتی، اگر ایسا ہوسکتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کرنے والا نمرود بادشاہ نہ ہوتا بلکہ اس کے خاندان کا پہلا شخص ہی آج تک بادشاہ اور عراق کے تخت کا مالک ہوتا، مگر عراق کی اس سلطنت کے کتنے ہی بادشاہ نمرود سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہوچکے تھے اور اس کے بعد بھی ہزاروں آئے اور گئے، تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا اگر اس موقعہ پر زندگی وموت کی اس باریک بحث میں اگر ہم پڑجائیں تو نمرود کا مقصد پورا ہوجائے گا اور رعایا اور قوم کو مغالطہ دینے میں وہ کامیاب ہوجائے گا، اور رعایا اور قوم کو اسی معاملہ میں الجھادے گا، اور اس طرح میرا نیک مقصد پورا نہ ہوسکے گا، اور تبلیغ کے سلسلہ میں نمرود کو برسرِ محفل لاجواب کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہے گا، کیونکہ بحث ومباحثہ اور مناظرہ کرنا میرا اصل مقصد نہیں ہے بلکہ لوگوں کے دماغ اور ان کے دلوں میں اللہ وحدہٗ لاشریک کا یقین پیدا کرنا میرا مقصودِ اصلی ہے، اس لئے انہوں نے اس دلیل کو نظرانداز کرکے سمجھانے کا ایک دوسرا پیرایہ اختیار کیا اور ایسی دلیل پیش کی جس کا صبح وشام ہر شخص آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے اور بغیر کسی غور وفکر کے یہ تغیرات اس کی آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں، اس لئے انہوں نے فرمایا:

> میں اس ہستی کو ''اللہ'' کہتا ہوں جو روزانہ سورج کو مشرق سے لاتا اور مغرب کی طرف لے جاتا ہے، پس اگر تو بھی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا الٹ کرکے دکھا یعنی سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں غروب کر۔

یہ سن کر نمرود حیران وپریشان ہوکر لاجواب ہوگیا، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حجت نمرود پر پوری ہوئی۔

(جاری ہے ……)

طب و صحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

قبض (CONSTIPATION)

غذا کے فضلات کا اگر باقاعدگی سے بدن سے اخراج نہ ہو اس کو قبض کہتے ہیں۔قبض کے لغوی معنیٰ دبوچنے کے ہیں۔جس کو عربی زبان میں امساک کہتے ہیں۔اطباء نے قبض کی تین شکلیں بیان کی ہیں۔

ایک تو یہ کہ معمول کے اوقات سے دیر میں پاخانہ ہو، مثلاً دوسرے تیسرے دن اجابت ہونا، دوسرے یہ کہ اوقات میں تو تبدیلی نہ ہو، مگر مقدار میں کمی ہو جائے اس کو بھی قبض کہتے ہیں۔قبض کی تیسری شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ اجابت کے لئے زیادہ اینگھنا 'اور زور لگانا۔

قبض کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں۔(1) (قبض دائمی) قبض دائمی اعتباری قبض کو کہتے ہیں یعنی ہمیشہ یا اکثر قبض کی شکایت ہونا۔(2) عارضی قبض (اتفاقی) جو کسی اتفاقی سبب کا نتیجہ ہو۔

بقراط کا قول ہے کہ جس طرح اجابت کا نرم ہونا برا ہے' اسی طرح اس کا سخت ہونا بھی......لیکن ان دونوں میں فرق ہے، اجابت کا نرمی کی طرف مائل ہونا بہتر ہے، اس سے کہ سختی کی طرف مائل ہو۔اس قول کی تشریح میں اطباء یہ فرماتے ہیں کہ قبض کی وجہ سے اگر سینکڑوں امراض کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے....تو بسط کی وجہ سے بہت سے امراض کی استعداد ختم ہوجاتی ہے۔علامہ نفیسؒ قبض کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: کہ اس میں سخت خطرات ہیں' جب آنتوں سے کیلوسی فضلات خارج نہیں ہوتے تو یہ بگڑ کر جگر کی طرف رس جاتے ہیں۔(منجذب ہوجاتے ہیں)۔آج کل یہ مرض بہت زیادہ عام ہے، اکثر مریض قبض کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔اس مرض کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریاں انسان کو گھیر لیتی ہیں۔مثلاً بھوک کا کم ہونا، تبخیر، سر چکرانا، سر میں درد ہونا، نزلہ، زکام کا ہونا، دل کی دھڑکن کا بڑھ جانا، گھبراہٹ ہونا، جگر کے متاثر ہونے کی وجہ سے خون کی کمی ہوجانا، چڑچڑاپن، منہ سے بو آنا، بعض مریضوں کو قبض کے ساتھ اپھارے کی کیفیت ہوجاتی ہے اور سب سے بڑھ کر بواسیر کی شکایت بھی ہوسکتی ہے۔قبض کی وجہ سے اینگھنا اور زور لگانا پڑتا ہے بعض اوقات کانچ باہر نکل آتی ہے۔بعض اطباء قبض کے

Idara Ghufran

مرض کو ام الامراض بھی کہتے ہیں۔

اسباب

قبض کے اسباب پر اگر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بلغم کی کثرت یا دیگر وجوہ سے آنتوں کی قوت دافعہ کمزور ہو جاتی ہے، یا حسب معمول صفرا کے آنتوں پر نہ گرنے سے اور اخراج فضلہ کے لئے متنبہ نہ ہونے سے۔ **غور و فکر:** جب کوئی شخص دماغی کاموں میں سوچ بچار کرتا ہے تو دماغ کی طرف خون زیادہ جاتا ہے، اور آلات ہاضمہ کی طرف طبیعت کی توجہ کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے معدہ اور آنتوں کے سارے کام سست ہو جاتے ہیں۔ دماغی کاموں میں زیادہ مصروف رہنے سے، اعصاب بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔

سستی کاہلی: پاخانہ کی حاجت کو اگر بار بار ٹالا جائے تو ایک وقت آتا ہے اس کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ قبض ہے، آرام طلبی کاہلی، کام کاج نہ کرنا، قبض کی شکایت عام طور پر کاہلوں آرام پسند لوگوں کو اور بیٹھ کر کام کرنے والوں کو ہوتی ہے، ورزش نہ کرنا، معمولات زندگی کی تبدیلی، یعنی کھانے، سونے اور جاگنے کے اوقات میں تغیر، اس مرض کے بڑے اسباب میں شامل ہیں، اور کھانے میں غذا اس قسم کی ہو کہ اس میں زیادہ فضلات نہ ہوں اس سے آنتوں میں کافی تحریک نہ پیدا ہوتی ہو مثلاً وہ غذا لحمی و نشائی (گوشت اور نشاستہ دار) ہو (سبزی) کی جنس سے نہ ہو۔ کیوں کہ ساگ پات میں جو حشی ریشے ہوتے ہیں (ڈنڈیاں وغیرہ) وہ آنتوں کو حرکت دینے میں کافی مؤثر ہوتے ہیں، اس لئے ملین کا کام دیتے ہیں۔

غذاء خشک، ثقیل کا زیادہ استعمال اور پانی کا کم پینا سدے پیدا کرنے اور قبض کے اسباب میں شامل ہے۔ کم کھانا، رسیدہ عمری یا کسی بیماری کی وجہ سے آنتوں کا کمزور ہو جانا، وغیرہ۔

علاج

اتفاقی قبض کی صورت میں السی ایک تولہ ایک پاؤ گرم پانی میں ایک گھنٹہ تر رکھیں۔ پھر اس کا لعاب نکال کر غذاء سے پہلے پئیں۔ رات کو شوربا یا دودھ یا پانی پی کر سو جائیں اور صبح اٹھ کر پھر چند گھونٹ پانی پئیں۔

قرص ملین رات کو سوتے وقت ۴ عدد ایک پاؤ گرم دودھ کے ساتھ ہفتہ میں ایک دو دفعہ کھانے سے آرام ہو جاتا ہے۔ دائمی قبض کے لئے اسپغول مسلم ایک تولہ رات کو سوتے وقت تازہ پانی کے ساتھ پھانک لیں، یا روغن بادام ایک تولہ ایک پاؤ گرم دودھ میں ملا کر روزانہ رات کو استعمال کرنا بھی بہت مفید ہے۔

مصبر ایک ماشہ، شحم حنظل، راوند ایک ایک ماشہ آب کتیرا میں چنے کے برابر گولیاں بنالیں شہد کے ساتھ دو

گولیاں کھائیں۔

چند مفید تدبیریں

ہوا خوری، باغوں اور سبزہ زاروں میں پھرنے کا معمول بنانا چاہئے، چہل قدمی، مثلاً پیدل چلنا دوڑ لگانا بھی قبض کو دور کرتا ہے، ریاضت، عمر اور قوت کے مطابق کسی مناسب ورزش کی عادت ڈالنی چاہئے۔ مثلاً پانی میں تیرنا، ڈنڈ بیٹھکی، یا اس قسم کے کھیلوں میں حصہ لینا جس سے جسمانی ورزش ہو۔ ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو کر پیٹ میں رکھنا، سرد پانی پیٹ پر بہانا، یا ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دینا، گرم پانی کا نطول، تنگ کسا ہوا لباس ترک کرنا، کمر بند کسا ہو تو ڈھیلا کرنا، معدہ وامعاء پر کسی تیل کی مالش کرنا۔ دودھ اگر نقصان نہ دیتا ہو تو یہ رفع قبض کے لئے بہترین ہے۔

غذا

پالک، خرفہ میتھی، چولائی، بکری کا شوربا، مرغ کا شوربا، ساگ، چقندر، شلجم، گاجر، پیٹھا، اور یخنی، وغیرہ استعمال کریں۔ کھانے کے ساتھ صلاد میں کچی سبزیاں، کھیرے، ٹماٹر، پیاز، گاجر، مولی وغیرہ کھانے کی عادت بنائیں، کھانے کے ساتھ، پودینے یا سبز دھنیے کی چٹنی کھایا کریں۔ اور کھانا کھا کر پھلوں میں سے جس کا موسم ہو وہ استعمال کریں، مثلاً انگور، انجیر، تربوز، خربوزہ، امرود، ناشپاتی، آڑو، سنگترہ، کینو، مالٹا، آم، آلو بخارا وغیرہ۔

پرہیز:۔ غلیظ اور دیر ہضم چیزوں سے، مثلاً اڑد کی دال، آلو، اروی، وغیرہ نہ کھائیں۔ باریک آٹے کی روٹی، یا میدہ کی روٹی، اور حلوا پوری، کچوری وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ (فی شمارہ 15 روپے)

سلسلہ نمبر7 ''مروّجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

اخبارادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑...... جمعہ ۵/۱۲/ ۱۹/ ۲۶/صفرو۳/ ربیع الاول کو تینوں مسجدوں (مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، مسجد بلال، صادق آباد، مسجد نسیم، گل نور مارکیٹ) میں جمعہ سے پہلے وعظ اور جمعہ کے بعد مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں، جمعہ ۲۶/صفر کو بندہ امجد نے مسجد القریش نزد سید پوری گیٹ میں جمعہ پڑھایا، مسجد نسیم میں مولانا طارق محمود صاحب نے جمعہ پڑھایا، جمعہ ۳/ ربیع الاول کو مسجد القریش میں مولانا ابرار صاحب نے جمعہ پڑھایا۔

❑...... جمعہ ۱۹/ صفرو۳/ ربیع الاول کو دارالافتاء میں پندرہ روزہ فقہی نشستیں منعقد ہوئیں۔

❑...... ہفتہ ۲۰/صفر بڑے حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم کراچی سے اسلام آباد تشریف لائے، ہفتہ ۱۳/صفر مفتی محمد یونس صاحب (نائب مفتی، ادارہ غفران) کے قریبی عزیز جناب فاروق صاحب کا انتقال ہوا، قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے، ہفتہ ۴/ ربیع الال بندہ محمد امجد ایک ہفتہ کی رخصت پر ایک ضرورت سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے۔

❑......اتوار ۷/۱۴/ ۲۱/ ۲۸/صفرو۵/ ربیع الاول بعد ظہر طلبۂ کرام کی بزمِ ادب منعقد ہوتی رہی، اور بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلسِ ملفوظات منعقد ہوتی رہی، اتوار ۷/صفر اور ۵/ ربیع الاول کو بعد مغرب یومِ والدین کا جلسہ ہوا، ۷/صفر کی نشست میں سہ ماہی امتحان کے نتائج بھی سنائے گئے اور ممتاز طلبہ وطالبات کو انعامات دیئے گئے، اتوار ۲۱/صفر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اسلام آباد حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔

❑......منگل ۳۰/صفر سے قاری فضل الحکیم صاحب مدرس شعبہ حفظ ومعلّمہ بنات جماعت نمبر۲ کی ادارہ غفران میں تدریسی تقرری کی منسوخی ومعزولی عمل میں آئی۔

❑...... بدھ ۳/ ۱۰/ ۱۷/ ۲۴/صفر و یکم/ ربیع الاول بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوا، ۲۴/صفر کی نشست میں مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب دامت فیوضہم (مؤلف: ''مفتاح النحو'' ''مفتاح الصرف'' ''بہشتی رہبر توضیح بہشتی زیور'' ومدیر: مدرسہ شریعۃ الاسلام للبنات الٰہ آباد، راولپنڈی) کا بیان ہوا۔

❑...... ماہ صفر میں حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کو ثالثی کے دو مختلف معاملات میں کافی مشغولیت رہی۔

❑...... ماہِ صفر میں مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب مناسکِ حج کے متعلق اپنی نئی تصنیف (جو ابھی مسودہ کی شکل میں ہے) پر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم ودیگر اساتذۂ ادارہ سے معاونت ومشاورت کے سلسلے میں آتے رہے۔

❑......۱۰/ ربیع الاول بروز جمعہ بندہ امجد کراچی کے سفر سے واپس پہنچا بفضل اللہ۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ **2 مارچ 2007ء بمطابق، 12 صفر المظفر 1428ھ**: پاکستان: یورپی یونین (European Union) کا پاکستان کے ساتھ آزاد تجارتی معاہدے پر دستخط سے انکار ✍ پاکستان: وادی تیراہ: پاک فوج کے 14 جوان برفانی تودے تلے دب گئے، 10 شہید ✍ ایران نے پاکستان کے ساتھ 7 سو کلو میٹر طویل سرحد پر کنکریٹ دیوار کی تعمیر شروع کر دی ✍ **3 مارچ**: واشنگٹن (Washington): پاکستانی علاقے میں فوجی پیش قدمی کا حکم دینے کا اختیار رہے، امریکہ ✍ ملتان، بم دھماکہ خصوصی عدالت کے جج (Judge) کو نشانہ بنانے کی کوشش دو محافظ ڈرائیور جاں بحق 10 زخمی ✍ **4 مارچ**: پاکستان: یوٹیلٹی سٹورز (Utility Stores) پر گھی اور تیل کی قیمتوں میں 6 روپے فی کلو کمی، عملدرآمد 10 مارچ سے ہوگا ✍ پاکستان نے بیلسٹک میزائل حتف II ابدالی کا کامیاب تجربہ کر لیا ✍ برطانیہ نے بھی PIA کے تین چوتھائی طیاروں پر پابندی عائد کر دی ✍ **5 مارچ**: افغانستان: طورخم جلال آباد شاہراہ پر فوجی قافلے پر خودکش حملہ، 12 امریکی ہلاک، جوابی فائرنگ سے 25 شہری شہید 50 زخمی ✍ **6 مارچ**: پاکستان: وزیراعظم کی زیر صدارت اجلاس قدرتی آفات سے نمٹنے کے لئے ڈیزاسٹر منیجمنٹ فنڈ (Disaster Management Fund) کی منظوری ✍ 27 ممالک کے لئے پی آئی اے (P.I.A) کی 42 میں سے 35 طیاروں کی پروازیں ممنوع ✍ ایل پی جی کی قیمتیں 2 روپے فی کلوگرام کم ہوگئیں ✍ **7 مارچ**: انڈونیشیاء: میں ایک اور تباہی، زلزلے سے 107 افراد جاں بحق، سینکڑوں عمارتیں زمین بوس، ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ ✍ **8 مارچ**: پاکستان: قومی اقتصادی کونسل کا اجلاس ایک کھرب روپے کے 28 منصوبوں کی منظوری ✍ نائن الیون (9/11) کے بعد پاکستان سمیت دنیا بھر میں انسانی حقوق کی صورتحال بدتر ہوئی، پاکستان میں بہت سے قابلِ تشویش مسائل سامنے آئے ہیں جن میں سب سے اہم مسئلہ شہریوں کی مبینہ طور پر سیکورٹی ایجنسیوں (Security Agencies) کے ہاتھوں پراسرار گمشدگی ہے، انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹ (International Comission of Jurist) ✍ پاکستان: بہاولپور اور گوجرانوالہ کے کور کمانڈرز تبدیل 5 افسروں کی لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی ✍ **9 مارچ**: پاکستان: 2008ء کے آخر تک عراق سے امریکی انخلاء کے لئے قانون سازی کا فیصلہ، عراق مسئلے کا فوجی حل ممکن نہیں امریکی کمانڈر ✍ ایرانی فوج کا اعلیٰ جنرل ملک سے فرار ہو کر امریکہ سے جا ملا، بی بی سی ✍ پاکستان: خشک دودھ کی قیمتوں میں 45 روپے فی کلو اضافہ ✍ **10 مارچ**: پاکستان: چیف جسٹس سپریم کورٹ افتخار محمد چوہدری

معطل، جسٹس جاوید اقبال نے قائم مقام چیف جسٹس کا حلف اٹھالیا **11 مارچ:** پاکستان: چیف جسٹس معطلی وکلاء کا شدید احتجاج دو روزہ ہڑتال کا اعلان، نعیم بخاری کا لائسنس منسوخ عدالتوں میں داخلے پر پابندی **12 مارچ:** پاکستان: چیف جسٹس کی معطلی سپریم جوڈیشل کونسل بند کمرے میں سماعت کرے گی پاکستان: ملک بھر میں موسلا دھار بارش، نشیبی علاقے زیر آب آ گئے، کراچی میں ایمرجنسی نافذ **13 مارچ:** پاکستان: اسلام آباد میں غیر ملکی شراب کی فروخت کے لئے پرمٹ جاری، ای ٹی او نے تصدیق کردی وکلاء کے احتجاجی مظاہرے لاہور پولیس سے تصادم 100 زخمی 50 گرفتار **14 مارچ:** پاکستان: پاک فضائیہ کا لڑاکا طیارہ کوئٹہ میں گر کر تباہ، پائلٹ شہید لندن: امریکہ پاکستان میں جمہوری روشن خیال اور معتدل حکومت کا خواہاں ہے، رچرڈ باؤچر **15 مارچ:** اسلام آباد: پاکستان اور بھارت ویزہ پالیسی نرم کرنے، قیدیوں کی رہائی پر متفق خارجہ سیکٹری مذاکرات کا مشترکہ اعلامیہ جاری **16 مارچ:** پاکستان: افتخار چوہدری آج سپریم جوڈیشنل میں پیش ہونگے، حفاظتی انتظامات سخت، احتجاج جاری **17 مارچ:** پاکستان: غیر فعال چیف جسٹس کی سپریم جوڈیشل کونسل میں پیشی، جسٹس افتخار پر پابندیاں ختم، سماعت 21 مارچ تک ملتوی ہزاروں افراد کا سپریم کورٹ کے باہر احتجاجی مظاہرہ پولیس سے تصادم متعدد زخمی، قاضی، حمید گل، حافظ حسین احمد سمیت درجنوں گرفتار **18 مارچ:** پاکستان: ملک بھر میں وکلاء کا احتجاج جاری لاہور میں جھڑپیں متعدد زخمی افتخار چوہدری کو جبری رخصت پر بھیج دیا گیا نئی فلسطینی قومی اتحاد حکومت نے حلف اٹھالیا، اسرائیل کا نئی کابینہ کو بھی تسلیم کرنے سے انکار **19 مارچ:** پاکستان: طالبان نے اطالوی صحافی کے بدلے استاد یاسر، لطیف حکیمی اور ایک اہم کمانڈر کو رہا کرالیا ملکی حالات کے پیشِ نظر مسلم لیگ کے زیر اہتمام لندن میں ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس ملتوی عراق میں امریکی جارحیت کے 4 سال مکمل دنیا بھر میں مظاہرے جاری، بم دھماکوں، جھڑپوں میں 8 امریکی فوجیوں سمیت 35 ہلاک وفاقوں کو بورڈ کا درجہ دینا، اور مدرسہ بورڈ کا قیام، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ اور حکومت کے درمیان معاملات طے اعلان جلد کر دیا جائے گا **20 مارچ:** پاکستان: عدالتی بحران کا ردعمل، لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس اور سندھ کے 6 سول جج مستعفی **21 مارچ:** پاکستان: جسٹس افتخار کے خلاف کاروائی پر احتجاج جاری، ڈپٹی اٹارنی جنرل ناصر سعید اور ماتحت عدلیہ کے مزید 2 جج مستعفی **22 مارچ:** پاکستان: جنوبی وزیرستان میدانِ جنگ بن گیا، مزید 76 افراد مارے گئے بلوچستان افغان سرحد پر ایف سی کی چوکی پر مسلح افراد کے حملے 5 جوان شہید، لیفٹننٹ کرنل سمیت 2 زخمی **23 مارچ:** پاکستان: جنوبی وزیرستان، جرگہ جنگ بند کرانے میں کامیاب، مرنے والوں کی تعداد 133 سے بڑھ گئی

صدر مشرف نے رانا بھگوان داس کو قائم مقام چیف جسٹس مقرر کر دیا، کل حلف اٹھائیں گے ☜ راڈار پر نظر نہ آنے والے حتف 7 کروز میزائل بابر کا کامیاب تجربہ ☜ **24 مارچ**: ایرانی سمندری حدود میں داخل ہونے والے 15 برطانوی فوجی گرفتار ☜ **25 مارچ**: پاکستان: قوم اور وکلاء کو مایوس نہیں کروں گا، صدارتی ریفرنس کی سماعت غیر جانبدارانہ ہوگی، بھگوان داس ☜ پاکستان: بین الصوبائی رابطہ کمیٹی کو وزارت کا درجہ دے دیا گیا، نوٹیفکیشن جاری، نئی وزارت کابینہ ڈویژن کے ماتحت ہوگی ☜ **26 مارچ**: پاکستان جلاوطن قیادت کو واپسی کی اجازت دے، خارجہ تعلقات کمیٹی امریکی سینٹ ☜ سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی، بھارت نے دریائے جہلم پر ایک اور ڈیم کی تعمیر شروع کر دی ☜ **27 مارچ**: پاکستان: لاپتہ افراد کے مقدمے کی سماعت، خفیہ ادارے قانون سے بالاتر نہیں، سپریم کورٹ ☜ **28 مارچ**: پاکستان: باجوڑ، حملے میں حساس ادارے کے افسر سمیت 5 اہلکار جاں بحق ☜ **29 مارچ**: عرب لیگ کا اجلاس: سعودی عرب نے عراق پر امریکی قبضے کو ناجائز قرار دے دیا ☜ **30 مارچ**: ایٹمی توانائی کا استعمال ہر ملک کا حق ہے، عرب لیگ کے سربراہ اجلاس کا اعلامیہ ☜ پاکستان: کھاریاں فوجی چھاؤنی میں تربیتی مرکز پر خودکش حملہ ایک جوان جاں بحق 8 زخمی ☜ پاکستان: وانا میں جھڑپیں دوبارہ شروع 2 افراد جاں بحق 5 غیر ملکی گرفتار ☜ **31 مارچ**: پاکستان: صدر مشرف پاکستان میں بحالی جمہوریت کا وعدہ پورا کریں گے، امریکی محکمہ خارجہ

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۶ ''ہر چہ گیرد علتی''﴾

بعض چیزیں آپ کو ایسی نظر آئیں گی کہ مروج تفصیلی نصاب میں بھی نظر نہیں آتیں الاّ یہ کہ ضمنی طور پر اس میں سے کوئی چیز پڑھائی جاتی ہو۔

ہم نے اپنے نصاب میں جزوی طور پر طریقہ املاء کو بھی جاری کیا ہے۔ یعنی بعض فنون پر زبانی لیکچر کے ذریعہ اس فن کا خاکہ طلبہ کے ذہن نشین کرانا، اور تعارف وتبصرہ کے ذریعے اس فن کے ذخیرہ علمیہ کے بند دروازے طلبہ کے سامنے کھول دینا اور پھر ان کو مطالعہ کے ذریعے اس فن میں آگے بڑھانا۔ آج کے معاصر علمی تجربات میں کئی مفید چیزیں ہمارے سیکھنے کی ہیں اس سے ہماری دینی تعلیمات کی صلاحیتیں، کم وقت، کم محنت میں اور فضول مشقت سے خلاصی پا کر زیادہ عمدگی سے پنپنے لگتی ہیں۔ ایسی چیزوں میں موہوم خدشات کو تو ہم پرستی کہنا شاید بے جا نہ ہو۔

آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
ہے منزل یہی کٹھن قوموں کی زندگی میں

(جاری ہے......)

By Mufti Muhammad Rizwan   Translated By Abrar Hussain Satti

The Destroying of Sports,Players and Cricket.

In the on going days the sports are famous in all over the world, and most countries of the world are bearing the expenditure of sports. Many kinds of sports have invented and costumed among the people. With the passage of time many new kinds of sports are inventing .It is felt the aim of the life of human is playing. Except few countries all other countries of the world are seemed to busy and restless to give honour to the sports and sporting and they are trying to go forward from other countries. Nonbeliever whom aim of life is playing Muslims are busy in those sports, which are invented by nonbelievers while they have ‘‘The Last Holy Book of Allah Almighty” among them, in that book it is condemned to make playing the aim of whole life or being busy in it whole heartedly. But now a day the Muslim nations are not only indulged in it but also not ready to go back in the field of sports from non-believer even a single step. Moreover they are claiming practically that no doubt they have The Last Book of Allah Almighty but its aim is putting it in shelves after covering. There is no need to act upon it or to believe in it. For

different sports particularly for cricket there is expending of the finance of government bitterly which is national loss. Because the given wealth is not the possession of any single personality but it is belonged to whole nations. There are settled so many committees for sports and culture on country base for this purpose, and different ranks and responsibilities from a minister to a sweeper are given to the different persons.

There are hundred of administrations for the training and competitions of sports. In the country where millions of peoples are deprived from shed, even for place of a single bed, there many ground and places are lie vacant for sports and it's training. In the country where thousands of peoples have no resources for traveling and they are compel to travel on foot in many occasion, there a lot of money is consumed for traveling of players and their journeys, even complete aero planes are hired for whole team of a game particularly for cricket team, their coaches, their doctors and their other members of board for their tours from one country to another country and from one place to another. In the country where millions of peoples have not money to daily meal, here for the precious meals and expensive residences complete expensive hotels are hired for the whole team of cricket and their related officials like commentators, managers, administrators and coaches etc.